شوال کے نفلی روزے

وعن ابی ایوب الانصاری انه حدثه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من صام رمضان ثم اتبعه ستا من شوال کان کصیام الدهر ۔ [رواہ مسلم]

’’حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے اور بعد میں شوال کے چھ روزے رکھے تو وہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے سال بھر کے روزے رکھے ہوں۔‘‘

اسلامی تحریک کا مزاج

مکہ میں اسلامی تحریک کو اپنے ابتدائی تیرہ سالوں میں جن مشکلات سے دوچار ہونا پڑا وہ انتہائی سخت تھے اور ان کے نتیجے میں مسلمانوں کو اپنا وطن، کاروبار اور جائیدادیں چھوڑ کر ایک دوسرے شہر مدینہ میں پناہ لینا پڑی، یہاں بھی سات آٹھ سال کی مدت میں کسی وقت چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا۔ چاروں طرف سے مخالفوں کے حملوں اور آئے دن ان کی وجہ سے پیدا ہونے والی پریشانیوں کا مقابلہ ہی کرتے رہنا پڑا، آخر کار اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے مطابق اب وہ وقت قریب آ گیا جب اسلام کو عرب کی تمام طاقتوں پر غالب ہونا ہی تھا اور مسلمان جس مکہ سے نکالے گئے تھے وہاں انہیں فاتح کی حیثیت سے داخل ہونا تھا، اسلامی تاریخ میں یہ بڑا اہم واقعہ ہے اور اس کا نام فتح مکہ ہے۔ یہ فتح، ہجرت کے آٹھویں سال رمضان کے مہینے میں حاصل ہوئی، فتح مکہ دراصل کسی ایک شہر پر مسلمانوں کے قبضے کا نام نہیں ہے بلکہ یہ وہ آخری ضرب تھی جس کے بعد عرب میں کفر کا زور بالکل ٹوٹ گیا اور تاریخ نے یہ فیصلہ کر دیا کہ اب اس ملک میں اسلام ہی کو غالب ہو کر رہنا ہے، اس واقعہ کی اصل اہمیت اسی لحاظ سے ہے۔

جب کوئی تحریک یا نیا طرز فکر لوگوں کے سامنے آتا ہے تو ایک عرصے تک اسے ایسے لوگوں سے نمٹنا پڑتا ہے جو اپنی روش کو کسی قیمت پر چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتے اور آخر وقت تک عقیدوں اور اپنے رواجوں اور اپنے باپ دادا کے طریقوں سے چمٹے رہتے ہیں، ساتھ ہی ایسے لوگ بھی برابر بڑھتے رہتے ہیں جو اس نئی تحریک کا ساتھ دیتے ہیں اور نئے افکار کو قبول کر لیتے ہیں، ایک عرصے تک دونوں میں کش مکش جاری رہتی ہے۔ اس مدت میں عام لوگوں کی ایک بڑی تعداد آخری نتیجوں کا انتظار کرتی رہتی ہے، یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنے ذہن اور مزاج کے اعتبار سے خود کسی فیصلے پر پہنچنے کے بجائے یہ انتظار کرتے رہتے ہیں کہ دیکھیں آخر میں کس کا پلہ بھاری رہتا ہے۔ چناں چہ جب اس کشمکش کے نتیجے میں کسی ایک گروہ کو غلبہ حاصل ہو جاتا ہے تو یہ سب اسی کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں کچھ ایسی ہی صورت حال اس وقت عرب میں بھی تھی، ایک طرف اسلامی عقیدے اور اسلامی افکار کی تبلیغ ہو رہی تھی، دوسری طرف لوگ اس کی مخالفت پر کمر باندھے ہوئے تھے اور ایک عرصہ سے دونوں میں کش مکش جاری تھی، اسلام کا پلہ رفتہ رفتہ بھاری پڑتا جا رہا تھا، اب وہ وقت آ گیا تھا کہ اسلام اور کفر کے درمیان آخری فیصلہ ہو جائے، یہ فیصلہ فتح مکہ کی صورت میں سامنے آیا، مکہ فتح ہونے کے بعد کفر نے میدان چھوڑ دیا اور وہ لوگ جو آخری فیصلے کے انتظار میں تھے، اسلام کے جھنڈے کے نیچے جمع ہونے لگے، یہاں تک کہ پورے ملک سے شرک اور کفر کا نام ونشان مٹ گیا۔

تحریکوں کے علمبرداروں کے لیے فیصلے کا یہ وقت بڑا نازک ہوتا ہے، عام طور پر دنیوی مفاد پر اٹھنے والی تحریکوں کا مزاج یہ ہوتا ہے کہ ایسے موقع پر ان کے نام لیوا آپے سے باہر ہو جاتے ہیں، وہ تحریک کی کامیابی کو اپنا کارنامہ سمجھتے ہیں اور اپنی تدبیروں، جاں نثاریوں اور قربانیوں کا ذکر بڑے فخر سے کرتے ہیں۔ لیکن یہ بات ایک اسلامی تحریک کے مزاج کے بالکل خلاف ہے، مومن کے سوچنے کا ڈھنگ عام لوگوں سے بالکل مختلف ہوتا ہے، وہ کبھی ایک لمحے کے لیے بھی یہ نہیں سوچتا کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ محض اس کی اپنی کوشش کا نتیجہ ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اصل طاقت اللہ کے ہاتھ میں ہے، جو کچھ ہوتا ہے اسی کی منشا سے ہوتا ہے اور بندہ جو کچھ کرتا ہے وہ اسی کی دی ہوئی توفیق سے کرتا ہے۔ [الفرقان، ص: ۴۷۷۔۴۷۹]

فہرست

کثرت سے ذکر کرنے کا حکم

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا o وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا o ﴾

[الاحزاب: ٤١،٤٢]

’’اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کیا کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کیا کرو۔‘‘

زندہ دل اور مردہ دل

《مَثَلُ الَّذِیْ یَذْكُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْكُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ 》

[البخاری:٦٤٠٧۔ مسلم: ٧٧٩]

’’جو شخص اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا اور جو نہیں کرتا ان کی مثال زندہ اور مردہ شخص کی سی ہے۔‘‘

اللہ کے متعلق اچھا گمان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَكَرَنِیْ فَاِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ مَلَاٍ ذَكَرْتُهٗ فِیْ مَلَاٍ خَیْرٍ مِّنْهُمْ ۔[بخاری:٧٤٠٥۔ مسلم:٢/ ٢٦٧٥]

’’میرا بندہ جو بھی میرے متعلق گمان رکھتا ہے میں اس کے قریب ہوتا ہوں، اگر وہ میرا اچھا ذکر اپنے دل میں کرتا ہے تو میں اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اگر وہ مجھے کسی جماعت میں یاد کرے تو میں اس کو ان سے اچھی جماعت میں یاد کرتا ہوں۔

اس رزق سے موت اچھی

اداریہ — ملک عصمت اللہ

پاکستان کے صدر جناب آصف علی زرداری فرینڈز آف پاکستان کے منعقدہ اجلاس کی امریکا کے صدر اوباما اور برطانوی وزیراعظم گارڈن براؤن کے ساتھ مشترکہ صدارت کرنے کے بعد اٹلی روانہ ہونے کے بعد اب وہ شاید روم بھی پہنچ چکے ہوں گے۔فرینڈز آف پاکستان کے اجلاس میں صدر زرداری کو وعدۂ فردا کے سوا کچھ نہیں ملا البتہ ان کے منہ کا ذائقہ خراب نہ ہونے دیا گیا اور امریکی سینٹ نے پاکستان کے صدر کو قطرۂ نیساں سے پاکستان کی غیر فوجی امداد کے نام پر کیری لوگر بل سے متفقہ طور پر ضرور نواز دیا ہے۔اس بل پر امریکی ری پبلکن پارٹی کے سینیٹرز نے شدید تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے اس ''خوش گمانی'' کا برملا اظہار بھی کر دیا ہے کہ اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ امریکی رقم پاکستانی قیادت کے ذاتی سوئز اکاؤنٹ میں منتقل نہیں ہوگی۔پاکستان کو اب تک کوئی پیسہ نہ ملنے کی وجہ اعتماد کا یہی بحران تھا اور ہے۔اس لیے امریکا یہ امداد براہِ راست پاکستان کو نہیں دے رہا بلکہ اس کے لیے وہ الگ میکانزم بنا رہا ہے جس سے وہ یہ رقم اپنے مشیروں سفیروں کے ذریعے خرچ کرے گا۔لہٰذا بل میں یہ شرط عائد کر دی گئی ہے کہ امریکا کی پاکستانی امداد میں اضافہ کے ساتھ سفارتی عملہ دوگنا کر دیا جائے گا اور اس مقصد کے لیے ۲۵۰ امریکی پاکستان بلائے جائیں گے۔

اس امداد میں سے اس عملہ پر اور کیری لوگر بل میں عائد شرائط کو نافذ کرنے پر ۷۵ ملین ڈالر کی رقم خرچ ہوگی۔گویا امریکا نے اس بل کے ذریعے دی گئی امداد کی رقم کو ایک ہاتھ دے کر دوسرے ہاتھ واپس لینے کا پورا پورا بندوبست کر رکھا ہے۔مزید برآں اس امداد کے دینے کی شرائط اتنی سخت ہیں کہ پاکستان شاید ہی ان شرائط کو پورا کر سکے اور اس بہانے اس امداد کو روکنے کا اہتمام بھی موجود ہے۔

ایک اخباری اطلاع کے مطابق اس بل کے ترمیم شدہ مسودے میں سے بھارت کے ساتھ دہشت گردی کے خلاف تعاون اور محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خاں سے پوچھ گچھ سے مشروط کرنے کی شقیں حذف کر دی گئی ہیں لیکن یہ بھی ایک خوش فہمی سے زیادہ کچھ نہیں کیوں کہ باقی شرائط میں لفظی ہیر پھیر کے ساتھ یہ ساری شقیں اپنی پوری آن بان کے ساتھ موجود ہیں۔ان شرائط پر ایک نگاہ ڈال لیجیے اور پھر خود فیصلہ کریں کہ کیا واقعی وہ شرائط حذف ہو چکی ہیں۔

بل میں پاک فوج کو اس بات کا پابند بنایا گیا ہے کہ وہ سیاسی اور عدالتی معاملات میں کوئی رخنہ نہیں ڈالیں گی اور یہ امداد صرف اس صورت میں ملے گی جب کہ ملک کی تینوں ...... بری، بحری اور ہوائی ......افواج کی جانب سے سیاسی اور عدالتی امور میں کسی قسم کی مداخلت نہیں ہوگی اور ملک کے سیاسی اور عدالتی نظام کو آئندہ پٹڑی سے اتارنے کی کوشش نہیں کریں گی۔امریکی شرائط پوری نہ کی گئیں تو امداد روک دی جائے گی۔

اس شرط کے ذریعے بظاہر موجودہ قیادت کو سیاسی حمائت فراہم کر کے ملک میں قائم سیاسی نظام کو استحکام بخشنے کا منظر نظر آتا ہے اور بظاہر یہ شرط بے ضرر اور ملکی مفاد کے عین مطابق نظر آتی ہے لیکن حقیقت میں اس کے پیچھے ایک طوفان چھپا ہوا ہے جس کا احساس اگر آج نہیں کیا جا رہا تو آئندہ چند ہی دنوں میں اس کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

اس شرط میں فوج کے ہاتھ پاؤں باندھ کر سیاسی قیادت کو پوری طرح کھل کھیلنے کا موقع فراہم کیا گیا ہے۔نیز امریکا نے اپنے لیے یہ گنجائش بھی فراہم کر رکھی ہے کہ اس سیاسی حمائت کے بدلے ان سے اپنی من مانی شرائط منوائے اور فوج ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کی تصویر بنی بیٹھی دیکھتی رہے۔فوج کو عدالتی امور میں مداخلت نہ کرنے کا پابند بنا کر موجودہ عدالتی نظام کو بیخ و بن سے اکھاڑنے اور حالیہ وکلاء کی تحریک کے نتیجے میں عدالتوں کو میسر

آئی آزادی کو سلب کرنے کا آغاز ہوتا نظر آ رہا ہے۔ کسے علم نہیں کہ ججوں کی بحالی ''فوجی مداخلت'' ہی کے ذریعے ممکن ہو سکی تھی۔ ججوں کی بحالی ایک ایسا اقدام تھا جسے صدر زرداری کی براہِ راست توہین کے طور پر لیا گیا ہے جنہوں نے خود کو اس بات کے لیے پر عزم کر لیا تھا کہ چیف جسٹس کو بحال نہیں کرنا ہے لیکن انہیں یہ کام بہر حال کرنا پڑا اور اپنی مرضی کے برعکس کرنا پڑا۔

نیز اس سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ راولپنڈی میں موجود جی ایچ کیو اب تک پیپلز پارٹی کی حکومت کو معاملات آگے چلانے میں مشکلات پیدا کر رہا ہے۔ لہٰذا اس کے پر قینچ کرنے ضروری سمجھے گئے۔ دوسری طرف حالیہ چینی کے بحران کو حل کرنے کے لیے عدالتی کوششوں اور ان کے احکام کو ہوا میں اڑا کر عدلیہ کو بے وقعت اور بے توقیر کر کے عدلیہ کے پر کاٹنے کا عمل شروع کرنا بھی کہا جا سکتا ہے۔

کیری لوگر بل میں دوسری شرط یہ ہے کہ ایٹمی ہتھیاروں کے غیر قانونی نیٹ ورک کے خلاف کارروائی میں پاکستان امریکا کے ساتھ تعاون جاری رکھے گا اور ضرورت ہوئی تو ایسے نیٹ ورک سے وابستہ کسی بھی پاکستانی تک امریکا کو رسائی فراہم کرنے کا پابند ہوگا۔

لیجیے بلی تھیلے سے باہر آ گئی ہے۔ امریکا نے اپنا یہ شک کہ پاکستان میں ایٹمی ہتھیاروں کا غیر قانونی نیٹ ورک موجود ہے، کو یقین میں بدل دیا ہے اور دوسرا یہ کہ ڈاکٹر عبدالقدیر خاں سے پوچھ گچھ کی شق ختم کرنے کے باوجود اس امر کو یقینی بنا لیا گیا ہے کہ اگر ضرورت پڑی تو ایٹمی سائنسدانوں میں سے کسی کو بھی تفتیش میں شامل کیا جا سکے گا۔

تیسری شرط یہ ہے کہ حکومت پاکستان کسی بھی ایسے عنصر کی حمایت نہیں کرے گی جو امریکا اور افغانستان میں اتحادی افواج اور پڑوسی ممالک پر حملوں میں ملوث رہ چکے ہوں جو پاک فوج یا انٹیلی جینس ایجنسی، انتہا پسند یا دہشت گرد گروپ سے ہو سکتے ہیں۔

اس شرط کے ذریعے حکومت پاکستان سے امریکی الزام کو منوانے کی کوشش کی گئی ہے کہ وہ خود یا افواج پاکستان در پردہ طالبان کی حمایت کر رہی ہیں۔

چوتھی شرط اس سے بھی بڑھ کر ہے کہ پاکستان القاعدہ، طالبان یا اس سے منسلک دہشت گرد گروپ جیسے لشکر طیبہ اور جیش محمد کو پڑوسی ملکوں پر حملے کے لیے اپنی سرزمین استعمال نہیں کرنے دے گا۔

جس مقصد کے لیے امریکا ۸ سال سے افغانستان کی دیوار کے ساتھ اپنا سر پھوڑنے کی کوشش کر رہا ہے اور اس میں اس کی کامیابی کا دور دور تک امکان نظر نہیں آتا اس میں پاکستان اب کیا کر سکے گا جب کہ اس کے پاس ذرائع ہیں نہ وسائل۔ اصل میں امریکا پاکستان کو اس طویل اور نہ ختم ہونے والی جنگ میں الجھا کر افغانستان سے دم دبا کر بھاگنا چاہتا ہے کیوں کہ اسے احساس ہو گیا ہے کہ وہ یہ جنگ مستقبل قریب ہی نہیں مستقبل بعید میں بھی جیت نہیں سکے گا۔

اس سے اگلی شرط یہ ہے کہ پاکستان کے قبائلی علاقوں میں دہشت گردوں کے تربیتی مراکز ختم کیے جائیں گے۔ ملک کے دوسرے حصوں جیسے کوئٹہ اور مرید کے میں قائم دہشت گردوں کے ٹھکانے ختم کرائے جائیں گے اور امریکا جب بھی ہائی لیول دہشت گرد اہداف کی معلومات دے گا تو پاکستان بروقت اطمینان بخش کارروائی کرے گا۔

اس شرط سے امریکی جنگ کیا پورے پاکستان میں نہیں پھیلے گی؟ پاکستان خانہ جنگی کی کیفیت میں مبتلا نہیں ہو جائے گا؟ ذرا سوچیے تو سہی اس صورتِ حال میں پاکستان کو سیاسی استحکام ملے گا یا کہ افراتفری اور انتشار کی دلدل میں پھنس جائے گا۔

یہ بل حقیقت میں امداد ثابت ہوگا یا پاکستان کی آزادی اور خود مختاری کو سلب کرنے کا ذریعہ بنے گا اور اس کے لیے پھانسی کا پھندہ ثابت ہوگا۔

اے دانش ورانِ قوم! خاموش مت بیٹھیے گا۔ حکومت جو اس وقت پیسے کے لالچ میں اندھی ہو گئی ہے اس کو سمجھانے کی کوشش کیجیے گا کہ وہ اس بل کے ذریعے ملنے والی امداد کو اپنے لیے زہر قاتل سمجھ کر اس کو لینے سے انکار کر دے کیوں کہ

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی　　　جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

تحقیق وتنقید

تدوینِ قرآن

ڈاکٹر حافظ محمد شریف شاکر (ایسوسی ایٹ پروفیسر جی سی یونیورسٹی فیصل آباد)

اللہ تعالیٰ ہی قرآن کا محافظ ہے۔ارشادِ ربانی ہے:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ [الحجر:٩]

یقیناً قرآن کو ہم ہی نے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

" عن کل ما لا یلیق به من تصحیف وتحریف وزیادة ونقص وغیر ذلك ۔" [الشوکانی، محمد بن علی بن محمد: فتح القدیر الجامع بین فنی الروایه والدرایة من علم التفسیر: دار الفکر، بیروت: سن ندارد، ص:٣/ ٤٢٢]

یعنی ''ہر قسم کی تصحیف وتحریف اور کمی وزیادتی وغیرہ سے جو قرآن کی شایانِ شان نہیں اسے محفوظ رکھنے والے ہیں۔''

ارشادِ ربانی ہے:

﴿لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ﴾ [حم السجدة: ٤٢]

''اس کو باطل نہ آگے سے آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے۔''

اس کے تحت علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

" قال الزجاج: معناه انه محفوظ من ان ینقص منه فیاتیه الباطل من بین یدیه او یزاد فیه فیاتیه الباطل من خلفه، وبه قال قتادة والسدی ۔ ومعنی الباطل علی هذا: الزیادة والنقصان وقال مقاتل: لا یاتیه التکذیب من الکتب التی قبله ولا یجیئی من بعده کتاب فیبطله وبه قال الکلبی وسعید بن جبیر ۔"

''زجاج نے کہا کہ اس کے آگے اور پیچھے سے باطل کے نہ آنے کا معنی یہ ہے کہ یہ کمی بیشی سے محفوظ ہے۔اسی کے قائل قتادہ اور سدی ہیں۔اس پر باطل کے آنے سے مراد زیادتی اور نقصان ہے، اور مقاتل نے کہا کہ اس سے پہلے کی کتب اس کی تکذیب نہیں کریں گی اور نہ کوئی کتاب اس کے بعد آئے گی جو اسے باطل قرار دے سکے، اسی کے قائل سدی اور سعید جبیر ہیں۔'' [مرجع سابق،ص:۴/۵۱۹]

قرآن مجید دو متواتر طریقوں سے محفوظ ہو کر ہم تک پہنچا ہے:

① ......جمع صدر: یعنی سینوں میں محفوظ ہونا اس بارے میں ارشاد ربانی ہے:

﴿بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ﴾ [العنکبوت:٤٩]

''بلکہ یہ روشن آیات اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہیں۔''

سینۂ نبوی میں جمع القرآن ۔ارشادِ ربانی ہے:

﴿لَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰۤى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾ [طه:١١٤]

''اے نبی ﷺ آپ اپنی طرف وحی قرآن مکمل ہونے سے پہلے قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیجیے، اور دعا کیجیے: اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔''

علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

" قال المفسرون: کان النبی ﷺ یبادر جبریل فیقرأ قبل ان یفرغ من الوحی حرصا منه علی ما کان ینزل علیه فنهاه الله عن ذلك ۔" [الشوکانی،

فتح القدیر، ص:۳/ ۳۸۹]

''مفسرین نے کہا کہ نبی کریم ﷺ پر جو قرآن نازل ہو رہا ہوتا، آپ اسے یاد کرنے کی طمع رکھتے ہوئے جبریل کی وحی مکمل ہونے سے پہلے اسے جلدی جلدی پڑھا کرتے تھے۔تو اللہ نے آپ کو اس سے منع کر دیا۔''

اور مندرجہ بالا آیات نازل کیں۔اسی طرح کی درج ذیل آیات ہیں:

﴿ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝ ﴾

[القیامة: ۱۶-۱۹]

''(اے نبی) اس وحی کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دو، اس کو یاد کروا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمے ہے۔لہٰذا جب ہم اسے پڑھ لیں تو اس کے بعد آپ اسے پڑھیں۔پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔'' [مودودی، ابوالاعلیٰ، سید: ترجمہ قرآنِ مجید، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور: ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ، جولائی ۱۹۸۹ء، ص: ۱۴۹۹]

اس آیت کے تحت امام شوکانی رقم طراز ہیں:

" كان رسول الله ﷺ يحرك شفتيه ولسانه بالقرآن اذا انزل اليه قبل فراغ جبريل من قرائة الوحى حرصا على ان يحفظه ﷺ فنزلت هذه الآية: اى لا تحرك بالقرآن لسانك عند القاء الوحى لتاخذه على عجل مخافة ان يتفلت منك۔ ومثل هذا قوله ﴿ ولا تعجل بالقرآن من قبل ان يقضى اليك وحيه ﴾ الآية ﴿ ان علينا جمعه ﴾ فى صدرك حتى لا يذهب عليك منه شيء ﴿ وقرآنه ﴾ اى اثبات قرائته فى لسانك ۔"

[الشوکانی، فتح القدیر، ص:۵/ ۳۳۸]

''جب نبی کریم ﷺ پر قرآن نازل کیا جاتا تو آپ اسے حفظ کرنے کی حرص کرتے ہوئے جبریل کے وحی پڑھنے سے فارغ ہونے سے پہلے اپنے ہونٹوں اور زبان کو قرآن کے (الفاظ کے) ساتھ ساتھ حرکت دیا کرتے تو یہ آیت نازل ہوئی۔یعنی آپ جبریل کے وحی القاء کرتے وقت اپنی زبان کو قرآن کے ساتھ حرکت نہ دیجیے تا کہ آپ اس قرآن کو اپنے سے چھوٹ جانے کے خوف سے جلدی جلدی حاصل کر لیں۔

اور اسی جیسا اللہ کا یہ ارشاد ہے: ''آپ اپنی طرف وحی قرآن مکمل ہونے سے پہلے، قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیجیے۔'' بلاشبہ قرآن کو تمہارے سینے میں اس طرح جمع کر دینا کہ اس میں سے کچھ نہ جا سکے یہ ہماری ذمہ داری ہے۔''

امام مجاہد اور کلبی فرماتے ہیں:

" كان النبى ﷺ اذا انزل عليه جبريل بالوحى لم يفرغ جبريل من آخر الاية حتى يتكلم النبى ﷺ باولها مخالفة ان ينساها فنزلت: ﴿ سنقرئك فلا تنسى ﴾ ۔" [نفس المرجع، ص:۵/ ۴۲۴]

''جب نبی کریم ﷺ پر جبریل علیہ السلام وحی لاتے تو جبریل کے آخری آیت سے فارغ ہونے سے پہلے نبی کریم ﷺ اس (وحی) کو بھول جانے کے خوف سے اول آیت سے پڑھنا شروع کر دیتے تو یہ آیت نازل ہوئی: ''ہم آپ کو پڑھائیں گے آپ بھولیں گے نہیں۔''

ان تمام آیات سے ہمیں یہ رہنمائی ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے پاک دل میں قرآن کو جمع کر دیا اور محفوظ فرما دیا ہے۔

احادیث سے رہنمائی:

(۱)...... " عن عائشة عن فاطمة: اسرّ الى النبى ﷺ ان جبريل كان يعارضنى بالقرآن كل سنة وانه عارضنى العام مرتين ولا اراه الا حضر اجلى ۔"

[نفس المرجع، باب ما کان جبریل یعرض القرآن، ص: ۸۹۱]

''حضرت عائشہ حضرت فاطمہ سے روایت کرتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے یہ خفیہ بات کی کہ جبریل ہر سال مجھ سے قرآن کا دور کیا کرتے تھے، اور بلاشبہ اس سال مجھ سے دو دفعہ قرآن کا دور کیا اور میرا خیال ہے کہ میری اجل حاضر ہوگئی۔''

(۲)...... "عن ابی هريرة قال: "كان يعرض على النبی ﷺ القرآن كل عام مرة فعرض عليه مرتين فی العام الذی قبض فيه۔" [نفس المرجع، حديث: ٤٩٩٨]

''ابو ہریرہ نے کہا کہ جبریل ہر سال نبی ﷺ کے ساتھ ایک دفعہ قرآن کا دور کیا کرتے، جس سال آپ فوت ہوئے تو جبریل نے دو دفعہ آپ کے ساتھ دور کیا۔''

قرآن صحابہ کے سینوں میں:

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالکؓ سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ کے عہد میں کن صحابہ نے قرآن جمع کیا تو آپؓ نے فرمایا:

" اربعة كلهم من الانصار ابی بن كعب ومعاذ بن جبل وزيد بن ثابت وابو زيد۔" [البخاری، محمد بن اسماعيل، ابوعبدالله، صحيح البخاری، كتاب فضائل القرآن، باب ما كان جبريل يعرض القرآن على النبی، حديث: ٥٠٠٣، دارالسلام للنشر والتوزيع، رياض: ١٤١٩ھ، ١٩٩٩ء، ص:٨٩٧]

''چار صحابہ ① ابی بن کعب، ② معاذ بن جبل، ③ زید بن ثابت، ④ اور ابوزید نے جمع کیا، یہ سبھی انصار میں سے تھے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" خذوا القرآن من اربعة: من عبد الله بن مسعود وسالم ومعاذ وابی بن كعب۔" [نفس المرجع، حديث: ٤٩٩٩، ص:٨٩٦]

''چار اشخاص سے قرآن اخذ کرو: ① عبداللہ بن مسعود سے، ② سالم سے، ③ معاذ سے، ④ اور ابی بن کعب سے۔''

پہلے دو مہاجرین سے ہیں بعد کے دونوں انصار میں سے ہیں۔ [ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی بن حجر، فتح الباری، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور: ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء، ص:۹/۴۷]

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" ويستفاد منه محبة من يكون ماهرا فی القرآن وان البداءة فی الذكر على غيره فی امر اشترك فيه مع غيره يدل على تقدمه فيه۔"

''اس سے ماہر قرآن کے ساتھ محبت مستفاد ہوتی ہے، اور جو شخص اپنے ساتھیوں کے ساتھ کسی امر میں شریک ہو، اسے پہلے ذکر کرنے سے اس کے اس امر میں ساتھیوں سے سبقت حاصل کرنے کی رہنمائی ملتی ہے۔'' [نفس المرجع ص:۹/۴۸]

ان چار صحابہ کا آپ ﷺ نے خصوصیت سے ذکر کیا ہے جب کہ ان کے علاوہ اور بھی صحابہ حفظ القرآن میں ان کے شریک رہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

" ولا يلزم من ذلك ان لا يكون احد فی ذلك الوقت شاركهم فی حفظ القرآن بل كان الذين يحفظون مثل الذين حفظوه وازيد منهم جماعة من الصحابة۔" [ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ص:٩/ ٤٨]

''اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس وقت حفظ القرآن میں ان کا کوئی اور شریک نہیں تھا، بلکہ جو حفظ کر رہے تھے وہ بھی انہی کی طرح تھے جنھوں نے اسے (پہلے) حفظ کیا تھا اور ان سے (بھی) زیادہ صحابہ کی ایک جماعت موجود تھی۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں:

" انهم لم ينفرد وابل الذين مهروا فی تجويد القرآن بعد العصر النبوی اضعاف المذكورين۔"

''یہ (چار) منفرد نہیں تھے بلکہ جنھوں نے عہد نبوی کے بعد تجوید القرآن میں مہارت حاصل کی وہ ان مذکورین بالا سے کئی گنا زائد تھے۔'' [نفس المرجع]

①...... بئر معونہ میں شہید ہونے والے ستر اصحاب رسول کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

" غزوة بئر معونة ان الذين قتلوا فيها من الصحابة كان يقال لهم قرّاء وكانوا سبعين رجلا۔" [ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ص:٩/ ٤٨]

''غزوہ بئر معونہ میں جو ستر صحابہ شہید ہوئے کہا جاتا ہے کہ وہ

سبھی قاری تھے۔''

ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

" ان عمر اتانی فقال ان القتل قد استحر یوم الیمامة بِقُرَّاءِ القرآن، وانی اخشی ان استحر القتل بالقراء بالمواطن فیذهب کثیر من القرآن ۔" [بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الفضائل، باب جمع القرآن، حدیث: ٤٩٨٦]

''بلاشبہ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے آکر کہا کہ یمامہ کے دن قراء پر معرکہ گرم ہوا، مجھے ڈر ہے کہ اگر اسی طرح جنگی معرکوں میں قراء شہید ہوتے رہے، تو بہت سا قرآن جاتا رہے گا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس بیان سے واضح ہوا کہ جنگ یمامہ میں بہت سے قراء شہید ہوئے تھے اور صحابہ میں قراء کی کثیر تعداد موجود تھی جن کے آئندہ معرکوں میں شہادت کے خدشہ کے پیش نظر حضرت عمر نے ابوبکر صدیق کو قرآن یکجا کرنے کا مشورہ دیا تھا۔

امام مالک موطا میں یہ حدیث لائے ہیں:

" عن سائب بن یزید انه قال: امر عمر ابن الخطاب ابی ابن کعب وتمیما الداری ان یقوما للناس باحدی عشرة رکعة قال: وکان القارئ یقرأ بالمئین حتی کنا نعتمد علی العصی من طول القیام وما کنا ننصرف الا فی فروع الفجر ۔" [امام مالك، المؤطا (تحقیق: شار عواد معروف)، دارالغرب الاسلامی، بیروت: ١٤١٧ز، ١٩٩٧ء، ص: ١/ ١٧٢]

''سائب بن یزید نے کہا کہ عمر بن خطاب نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعات (قیام رمضان) پڑھائیں۔ سائب بن یزید نے کہا قاری سو آیات والی سورتیں پڑھتا تھا، یہاں تک کہ ہم طویل قیام کی وجہ سے لاٹھیوں پر ٹیک لگایا کرتے تھے، اور ہم فجر کے قریب واپس ہوتے تھے۔''

اس حدیث سے بھی صحابہ کے سینوں میں قرآن کے محفوظ ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ستر سے زائد سورتیں رسول اللہ ﷺ کی زبانِ اقدس سے اخذ کی ہیں۔[البخاری، الجامع الصحیح، باب القراء من اصحاب النبی، حدیث: ٥٠٠٠، ص: ٨٩٧]

②......جمع مکتوبی: یعنی تحریری صورت میں محفوظ، اس پر مندرجہ ذیل آیات سے روشنی پڑتی ہے:

﴿ وَالطُّوْرِ o وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ o فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ o ﴾ [الطور: ١-٣]

''قسم ہے طور کی اور باریک چمڑے پر لکھی ہوئی کتاب کی۔''

فرشتوں کے اس مس کرنے کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ o فِیْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ o لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴾ [الواقعة: ٧٧-٧٩]

''بلاشبہ یہ عزت والا قرآن چھپی ہوئی کتاب میں محفوظ ہے، جسے پاک صاف (فرشتے) ہی چھوتے ہیں۔''

﴿ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ o فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ o ﴾ [البروج: ٢١،٢٢]

''بلکہ یہ بزرگی والا قرآن ایک محفوظ تختی پر (لکھا ہوا) ہے۔''

اس کی مزید توضیح کے لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فِیْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ o مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ o بِاَيْدِیْ سَفَرَةٍ o كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ o ﴾ [عبس: ١٣-١٦]

''یہ عزت والے بلند قدر پاکیزہ صحیفوں میں، بزرگ اور نیک کاتبوں کے ہاتھوں میں ہے۔''

کتابت وجمع قرآن عہد رسالت میں:

رسول اللہ ﷺ کسی ایک کاتب وحی صحابی کو بلا کر فی الفور لکھوالیا کرتے تھے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ جب ﴿ لا یستوی القاعدون من المومنین والمجاهدون فی سبیل الله ﴾ کا نزول ہوا تو نبی ﷺ نے فرمایا:

" ادع لی زیدا ولیجئ باللوح والدواة والکتف ثم قال: اکتب ﴿ لا یستوی القاعدون ﴾ ۔" [بخاری، محمد بن اسماعیل، الامام، ابوعبدالله، صحیح

البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کاتب النبی، حدیث: ٤٩٩٠، دارالسلام، الریاض: ١٤١٩ھ/ ١٩٩٩ء، ص:٨٩٥]

''میرے پاس زید کو بلاؤ اور وہ تختی، دواۃ اور کندھے کی ہڈی لے کر حاضر ہو۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: لکھو ﴿ لا یستوی القاعدون ﴾''

اس سے معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید کندھے کی چوڑی ہڈی پر لکھ کر حفاظت سے رکھ دیا جاتا تھا۔

اور اس کام کے لیے صحابہ کی ایک جماعت موجود تھی۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

" قد کتب الوحی لرسول الله جماعة غیر زید بن ثابت، اما بمكة فلجميع ما نزل بها لان زيد بن ثابت انما اسلم بعد الهجرة واما بالمدينة فاكثر ما كان يكتب زيد ...... وكان زيد ربما غاب فكتب الوحي غيره، وقد كتب له قبل زيد ابی بن كعب وهو اوّل من كتب له بالمدينة، واوّل من كتب له بمكة من قريش عبد الله بن سعد بن ابی سرح ثم ارتدّ ثم عاد الى الاسلام يوم الفتح، وممن كتب له فی الجملة الخلفاء الاربعة والزبير بن العوام وخالد وابان ابنا سعيد بن عاص بن امية وحنظلة بن الربيع الاسدی ومعيقيب ابن ابی فاطمة وعبد الله بن ارقم الزهری وشرحبيل بن حسنة وعبدالله بن رواحة فی آخرين ـ" [نفس المرجع، ص:٩/ ٢٢]

''زید بن ثابت کے علاوہ بھی صحابہ کی ایک جماعت نے رسول اللہ ﷺ کے لیے کتابت وحی کا فریضہ انجام دیا۔ مکہ میں جو کچھ آپ پر نازل ہوا اس کی کتابت اسی جماعت نے کی کیوں کہ زید بن ثابت تو ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔ مدینہ میں زیادہ تر زید ہی کتابت کیا کرتے تھے۔ بعض دفعہ زید موجود نہ ہوتے تو ان کے علاوہ کوئی اور لکھتا، زید سے پہلے آپ ﷺ کے لیے ابی بن کعب کتابت کیا کرتے تھے۔ اور یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مدینہ میں سب سے پہلے آپ ﷺ کے لیے کتابت کی اور مکہ میں جس نے سب سے پہلے آپ ﷺ کے لیے کتابت کی وہ قریش میں سے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ہے، پھر وہ مرتد ہو گیا، پھر دوبارہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوا۔ اور آپ کے جملہ کاتبین میں خلفائے اربعہ اور دوسرے صحابہ میں زبیر بن عوام، سعید بن عاص بن امیہ کے دونوں بیٹے خالد اور ابان، حنظلہ بن ربیع اسدی، معیقیب بن ابی فاطمہ، عبداللہ بن ارقم زہری، شرحبیل بن حسنہ اور عبداللہ بن رواحہ شامل ہیں۔''

ترتیب آیات وسور بھی اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ہے:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

" كان النبی ﷺ مما تنزل علیه الآیات فیدعوا بعض من كان یكتب له ویقول له (ضع هذه الآیة فی السورة التی یذكر فیها كذا وكذا) وتنزل علیه الآیة والایتان فیقول مثل ذلك ـ" [ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السجستانی، سنن ابی داؤد، اوّل كتاب الصلاة، باب من جهر بها، حدیث: ٧٨٦، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، محرم: ١٤٢٠ھ، اپریل: ١٩٩٩ء، ص:١٢٣]

جو آیات نبی ﷺ پر نازل ہوتیں آپ ﷺ اپنے ہاں موجود کاتب کو بلاتے اور اسے کہتے کہ اس آیت کو اس سورۃ میں رکھیے جس میں یوں یوں ذکر کیا گیا ہے اور آپ پر ایک دو آیات اترتیں تو آپ ﷺ ایسا ہی فرماتے۔

یقیناً یہ ترتیب اللہ کی طرف سے آپ ﷺ کو القاء ہوتی تھی جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى ۝ ﴾

''اور آپ اپنی خواہش سے گفتگو نہیں فرماتے وہ تو وحی ہوتی ہے

جو (آپ ﷺ کی طرف) کی جاتی ہے۔'' [النجم: ۳، ٤]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یہ آیت ''واتقوا یوما ترجعون فیه الی الله'' نازل ہوئی تو جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے کہا ''ضعها علی رأس مائتین وثمانین من سورة البقرة۔''

[البقرة: ۲۸۱، النسفی، عبدالله بن احمد بن محمود، ابوالبرکات، مدارك التنزيل وحقائق التاويل (على هوامش تفسير الخازن)، دارالمعرفة بيروت، سن ندارد، ص: ۱/ ۲۰٦]

اسے سورۃ بقرہ کی دوسواسی آیات کے بعد رکھیے۔

سورتوں کی ترتیب من جانب اللہ ہونے پر درج ذیل آیت بطور دلیل پیش کی جاسکتی ہے۔ کیوں کہ اس سے پہلے دس سورتیں نازل ہوئی ہیں اور یہ گیارہویں سورۃ ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ ﴾ [هود: ۱۳]

''تم اس جیسی اپنے پاس گھڑی ہوئی دس سورتیں لے آؤ۔''

اس سے ثابت ہوا کہ عہد نبوی میں حتی کہ مکی زندگی میں بھی آیات کی طرح سورتوں کی ترتیب موجود تھی، جس سے آپ کے زمانہ میں قرآن کا تدوینی شکل میں ہونا ثابت ہوتا ہے۔

جب حضرت عمر مسلمان ہونے سے پہلے اپنی بہن کے گھر گئے تو ان کو قرآن پڑھتے ہوئے پایا تو فرمایا:

''اعطونی الکتاب الذی عندکم اقرأ ...... الخ۔''

[دارقطنی، علی بن عمر، الامام، سنن الدار قطنی، نشر السنة، ملتان، سن ندارد، ص: ۱/ ۱۲۳]

''مجھے وہ کتاب دو جو تمہارے پاس ہے تاکہ میں اس کی تلاوت کروں۔''

اس سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت عمر کے اسلام لانے کے وقت لکھا ہوا قرآن موجود تھا۔

اس آخری الہامی کتاب کے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بہت سے نام ذکر کیے ہیں جن میں ایک نام ''کتاب'' ہے۔ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں دوسوستاون دفعہ کیا ہے۔ [محمد فؤاد عبدالباقی، المعجم المفهرس لالفاظ القرآن الكريم، دارالحديث، القاهرة: ۱٤۰۸ھ، ۱۹۸۸ء، ص: ۷۵۱، ۷۵٦]

علامہ قاضی سلمان منصور پوری نے قرآن کو کتاب کہنے کی تین وجوہ بیان کی ہیں، کتاب کہنے کی:

''اوّل وجہ یہ ہے کہ جس کلام کے نزول کے ساتھ ساتھ کتابت کا اس قدر اہتمام کیا گیا ہو، اسے کتاب کے نام کے ساتھ موسوم کیا جانا بالکل صحیح ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآنِ مجید قبل از نزول بھی لوح محفوظ میں تحریر شدہ ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ کتاب کے معنی اصل لغت میں ''جمع کرنا'' ہے۔ کتب الکتاب اسی لیے کہا جاتا ہے کہ حروف کو حروف کے ساتھ سطح کاغذ پر جمع کیا جاتا ہے۔ محاورات عرب پر غور کرو۔ کتب الکتائب ''فوجی دستے جمع کیے''، کتب الشفا ''چرمی حوض لگایا'' کتب الناقة ''ناقہ کے تھن میں دودھ جمع کیا'' پس اصل لغت کے لحاظ سے قرآنِ مجید کو کتاب کہنا درست ہوا، اور اندریں حالت اس کا ترجمہ ''الجامع'' ہوا، یعنی وہ کلام جو مواعظ وامثال، انذار وتبشیر، احکام وحکم اور شریعت وحکمت کا جامع ہے۔'' [سلمان منصورپوری، محمد سلیمان، قاضی، الجمال والكمال، فاروقی کتب خانه ملتان، سن ندارد، ص: ۱۸]

عہد صدیقی میں تدوین قرآن:

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ قرآن صحیفوں میں لکھا ہوا تھا لیکن وہ متفرق شکل میں تھے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں یکجا کردیا، پھر وہ آپ کے بعد محفوظ رہے یہاں تک کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سے نقلیں تیار کرنے کا حکم دیا، تو اس سے بہت سے صحیفے نقل کیے گئے اور یہ مختلف شہروں میں بھیجے گئے۔ [حافظ ابن حجر، العسقلانی، فتح الباری، ص: ۹/ ۱۳]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت تدوین قرآن کو امام زہری (متوفی ۱۲۴ھ) نے اپنے استاد عبید بن سباق سے یوں روایت کیا کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ابوبکر صدیق نے مجھے اہل یمامہ کے قتل کا کہلا بھیجا، عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب بھی آپ کے پاس تھے۔ ابوبکر نے کہا کہ عمر نے آ کر مجھے کہا کہ ''یمامہ کے دن قراء قرآن کے قتل سے میدان کارزار خوب گرم ہوا (یعنی قرائے قرآن کثرت سے شہید ہوئے) اور مجھے ڈر ہے کہ اگر مختلف معرکوں میں قرائے قرآن یوں ہی قتل ہوتے رہے تو

کہیں قرآن کا بیشتر حصہ جاتا نہ رہے، اور میری رائے ہے کہ آپ قرآن یکجا کرنے کا حکم دیں۔'' میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم وہ کام کیسے کریں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ عمر نے کہا: ''اللہ کی قسم! یہ بہتر کام ہے۔''

عمر مجھ سے مراجعت کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے میرا سینہ کھول دیا اور میں نے اس معاملہ میں عمر کی رائے کو اختیار کرلیا۔ زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تو جوان عاقل شخص ہے، ہم تجھے متہم نہیں کرتے، اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وحی لکھا کرتے تھے، اس لیے تم قرآن کی تلاش کرو اور اسے اکٹھا کرو۔''

واللہ! اگر وہ مجھے پہاڑوں میں سے کوئی پہاڑ منتقل کرنے کی تکلیف دیتے تو یہ مجھ پر اس سے زیادہ بوجھل نہ ہوتا جو انہوں نے مجھے قرآن جمع کرنے کا حکم دیا تھا۔ میں نے کہا: تم اس چیز کو کیسے کرو گے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ (ابوبکر نے) کہا: ''اللہ کی قسم یہ بہتر کام ہے۔''

ابوبکر مجھ سے مراجعت کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے میرا سینہ اس (کام) کے لیے کھول دیا جس کے لیے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھولا تھا۔ میں قرآن کی تلاش میں نکل پڑا، میں اسے کھجور کی چھڑیوں، باریک پتھروں اور مردوں کے سینوں سے جمع کرتا، یہاں تک کہ سورۃ التوبہ کا آخر ﴿لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم﴾ تا ختم براءۃ میں نے ابوخزیمہ انصاری کے پاس پایا، اس کے سوا کسی اور کے پاس میں نے اسے نہیں پایا، یہ لکھے ہوئے مجموعے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس رہے یہاں تک کہ اللہ نے انہیں فوت کرلیا، پھر عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ان کے پاس رہے، پھر حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہے۔

[المرجع السابق، باب جمع القرآن، حديث: ٤٩٨٦]

عہد عثمانی میں تدوین قرآن:

حذیفہ رضی اللہ عنہ بن یمان رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، اور وہ اہل عراق کے ساتھ مل کر ارمینیہ اور آذر بائیجان کی فتح میں اہل شام کے خلاف جہاد کرتے رہے تھے، ان لوگوں کے قراءت میں اختلاف نے حذیفہ کو خوف زدہ کردیا تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المومنین! اس امت کو اس سے پہلے پہلے پالیجیے کہ یہ کتاب اللہ میں ایسے اختلاف کرے جیسے یہود ونصاریٰ نے اختلاف کیا، تو عثمان رضی اللہ عنہ نے حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ ہمارے پاس صحیفے بھیج دیں تاکہ ہم انہیں صحیفوں میں نقل کرلیں پھر یہ صحیفے آپ کو واپس کردیں گے۔ حفصہ نے یہ صحیفے عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیے۔ آپ نے زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن عاص اور عبدالرحمن بن حارث بن ہشام کو حکم دیا تو انہوں نے اس کو صحیفوں میں نقل کیا، اور عثمان رضی اللہ عنہ نے تینوں قریشیوں سے کہا کہ جب قرآن میں سے کسی چیز میں تمہارا اور زید بن ثابت کا اختلاف ہوجائے اسے قریش کی زبان میں لکھو! کیوں کہ یہ انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے، تو انہوں نے ایسا ہی کیا۔ یہاں تک کہ جب انہوں نے صحف کو مصاحف میں نقل کرلیا تو عثمان نے حفصہ کو صحف واپس کردیے۔ پھر آپ نے ان کے نقل کیے ہوئے صحیفوں میں سے ہر ہر علاقہ میں ایک ایک مصحف بھیج دیا اور اس مصحف عثمانی کے سوا، قرآن کا جس قدر حصہ کسی بھی صحیفہ یا مصحف میں تھا، اسے جلانے کا حکم دیا۔

[نفس المرجع، حديث: ٤٩٨٧، ص: ٨٩٤]

اسی چیز کو عبدالوہاب خلاف (خلاف: عبدالوہاب خلاف مارچ ۱۸۸۸ء کو اپنے شہر کفر الزیات میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۰۰ء میں جامعہ الازہر میں داخل ہوئے فراغت کے بعد وہیں مدرس رہے۔ ۱۹۲۰ء میں قاضی مقرر ہوئے اور ۲۰ جنوری ۱۹۵۶ء کو فوت ہوئے۔ [علم اصول الفقہ، ص: ۳۰،۴۳]) نے مزید وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے:

آپ لکھتے ہیں کہ تمام قرآنی نصوص، اپنے ورود ونصوص کے لحاظ سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک منتقل ہونے کے لحاظ سے قطعی ہیں۔ یعنی ہم پورا وثوق واعتماد رکھتے ہیں کہ قرآن کی ہر آیت جس کی ہم تلاوت کرتے ہیں، یہ بنفسہ وہی ہے جسے اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا، اور رسولِ معصوم نے بغیر کسی تحریف وتبدیلی کے اسے اپنی امت تک پہنچا دیا۔ کیوں کہ رسولِ معصوم پر جب بھی کوئی سورت، چند آیات یا کوئی ایک آیت نازل ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم تک پہنچا دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ کر سناتے اور کاتبین وحی اسے لکھ لیا کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کچھ لوگ اپنے لیے بھی لکھ لیا کرتے تھے۔

بہت سے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حفظ کیا، اپنی نمازوں میں پڑھا اور اپنے تمام اوقات میں اس کی تلاوت کا ثواب حاصل کیا، جب

نبی ﷺ فوت ہوئے اس وقت قرآن کی ہر ہر آیت عربوں کی عادت کے مطابق مدوّن تھی اور بہت سے مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ تھی اور ابوبکر صدیق نے زید بن ثابت کے توسط سے اور ان صحابہ کے توسط سے جو حفظ قرآن اور ان مدوّنات کی کتابت میں معروف تھے، حفظ وکتابت کا آپس میں تقابل کر کے اسے جمع کیا، اور اس کی ترتیب وہی رکھی گئی جس (ترتیب) سے رسول اللہ ﷺ اس کی تلاوت کیا کرتے اور جو حفاظ کے سینوں میں محفوظ تھا۔ یہ قرآن سیکھنے اور اسے روایت کرنے میں مرجع کا کام دیتا رہا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی زندگی میں اس مجموعہ کی حفاظت کرتے رہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ نسخہ ام المومنین حفصہ کے سپرد کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت حفصہ سے یہ نسخہ لے کر اسی زید بن ثابت اور کبار مہاجرین وانصار کے توسط سے اس کی کئی نقلیں تیار کر کے مسلمانوں کے شہروں میں پہنچا دیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے ہر ہر آیت کو جو اس نسخہ میں تھی ضائع ہونے سے محفوظ کر دیا۔

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا کارنامہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو ایک مدوّنہ مجموعے پر جمع کیا اور اس نسخہ کو مسلمانوں میں شائع کر دیا تاکہ وہ کسی ایک لفظ میں بھی اختلاف نہ کر سکیں۔ اور صدیوں سے مسلمان اس تدوین شدہ مصحف سے نقلیں تیار کرتے اور نسلاً بعد نسل حفاظ سے سیکھتے آئے ہیں۔ لکھے ہوئے قرآن اور (سینوں میں) محفوظ قرآن میں کوئی اختلاف ثابت نہیں ہوا۔ اور کبھی کسی چینی، مراکشی اور سوڈانی وغیرہ نے اس کے ایک لفظ میں بھی اختلاف نہیں کیا۔ مختلف براعظموں میں قریباً چودہ صدیوں سے کروڑوں مسلمان اسے پڑھ رہے ہیں۔ کوئی فرد کسی فرد سے اور کوئی گروہ کسی گروہ سے کسی کمی بیشی، تغیر وتبدل اور ترتیب میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں رکھتا۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کی حقانیت ثابت ہو رہی ہے جو اس نے یہ کہہ کر کیا کہ بلاشبہ ہم نے ذکر (قرآن) نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ [خلاف، عبدالوھاب، علم اصول الفقه، دارالقلم کویت: ١٩٧٠ء/ ١٣٩٠ھ، ص: ٣٤،٣٥]



فضائل ومسائل

سورۂ بقرہ کی آخری آیات کی فضیلت

غلام مصطفےٰ ظہیر، امن پوری (مدیر ماہنامہ ''السنۃ'')

اللہ ربّ العالمین کا یہ فضل عظیم ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو اپنی رحمت ومغفرت کے اسباب مہیا کیے ہیں۔ ان میں سے سورۂ بقرہ کی آخری آیات بینات ہیں، ان کی فضیلت نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے سنیں:

①......سیدنا حذیفہ بن یمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

وأوتيت هؤلاء الآيات من آخر سورة البقرة من كنز تحت العرش لم يعط مثله أحد قبلي ولا أحد بعدي ۔ [السنن الكبرى للنسائي: ٨٠٢٢، وسنده حسن]

''مجھے عرش کے نیچے خزانے میں سے سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں عطا کی گئی ہیں، ایسا خزانہ نہ مجھ سے پہلے کسی کو عطا کیا گیا، نہ ہی میرے بعد کسی کو عطا ہوگا۔''

اس حدیث مبارک کو امام ابن خزیمہ [۲۶۴] اور امام ابن حبان [۶۴۰۰] نے ''صحیح'' کہا ہے۔

②......سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو معراج کرائی گئی تو تین چیزیں دی گئیں: ① پانچ نمازیں، ② سورۂ بقرہ آخری حصہ، ③ شرک کے سوا آپ کی امت کے لیے تمام گناہوں کی معافی۔ [صحیح مسلم: ۱۷۳]

③......سیدنا نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

إن الله كتب كتابا قبل أن يخلق السموت والأرض بألفي عام فأنزل منه آيتين ختم بهما سورة البقرة، ولا تقران في دار ثلاث ليال فيقر بها شيطان ۔ [مسند الامام احمد: ٤/ ٢٧٤، سنن الترمذي: ٢٨٨٢ وقال "حسن غريب"، مسند الدارمي: ٢/ ٤٤٩، مستدرك حاكم: ١/ ٥٦٢، ٢/ ٢٦٠، وسنده صحيح]

''اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش سے پہلے ایک کتاب لکھی، اس سے دو آیتیں نازل فرمائیں، جن کے ساتھ سورۂ بقرہ کا خاتمہ فرمایا، جس بھی مکان میں یہ آیتیں (مسلسل) تین راتیں نہ پڑھی جائیں، شیطان اس میں گھر کر لیتا ہے۔''

اس حدیث کو امام ابن حبان [۷۸۲] اور امام حاکم نے ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی نے ان کی موافقت کی۔

④......ابوالاسود ظالم بن عمرو الدولی کہتے ہیں کہ ''میں نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ مجھے وہ قصہ بیان کریں، جب آپ نے شیطان کو پکڑ لیا تھا، تو انہوں نے بتایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے صدقہ (کی حفاظت) پر متعین کیا، کھجوریں کمرے میں پڑی تھیں، مجھے لگا کہ وہ کم ہو رہی ہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو آگاہ کیا، تو آپ نے فرمایا یہ کھجوریں شیطان لے جاتا ہے۔

معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں کمرے میں داخل ہوا، دروازہ بند کر دیا، اندھیرا اس قدر شدید تھا کہ اس نے دروازے کو ڈھانپ لیا۔ شیطان نے ایک صورت اختیار کی پھر دوسری صورت اختیار کی، دروازے کے شگاف سے اندر گھس آیا، میں نے لنگوٹا کس لیا، اس نے کھجوریں کھانا شروع کر دیں، میں نے جھپٹ کر اُسے دبوچ لیا، میں نے کہا، اے اللہ کے دشمن! (تو کیا کر رہا ہے) اس نے کہا مجھے جانے دو، میں بوڑھا ہوں، کثیر الاولاد ہوں، میرا تعلق نصیبین (بستی کا نام) کے جنوں سے ہے۔ تمہارے صاحب (محمد ﷺ) کی بعثت سے پہلے ہم بھی اسی بستی کے باسی تھے، جب آپ (ﷺ) مبعوث ہوئے تو ہمیں یہاں سے نکال دیا گیا۔

(خدارا)! مجھے چھوڑ دیں، میں دوبارہ کبھی نہیں آؤں گا، سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اُسے چھوڑ دیا، جبرئیل علیہ السلام نے آ کر سارا معاملہ نبی کریم ﷺ کو بتا دیا، رسول اللہ ﷺ نے نمازِ صبح ادا کی، آپ کی طرف سے منادی کرنے والے نے منادی کی کہ معاذ بن جبل کہاں

ہے؟ میں نبی کریم ﷺ کی طرف چلا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ کے قیدی کا کیا معاملہ ہے؟ میں نے آپ کو سارا معاملہ بیان کیا۔ فرمایا وہ عنقریب دوبارہ ضرور آئے گا، آپ بھی دوبارہ جائیں۔

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا، شیطان آیا، دروازے کے شگاف سے اندر گھس آیا اور کھجوریں کھانا شروع کر دیں۔ میں نے اس کے ساتھ وہی پہلے والا معاملہ کیا۔ اے اللہ کے دشمن! تو نے آئندہ کبھی بھی نہ آنے کا وعدہ کیا تھا، اس نے کہا کہ میں آئندہ کبھی نہیں آؤں گا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب کوئی تم میں سے سورۂ بقرہ کی آخری آیات ﴿ للہ ما فی السموت والارض ...... ﴾ نہیں پڑھے گا، اسی رات ہم میں سے کوئی اس کے گھر میں داخل ہو جائے گا۔" [الهواتف لابن ابی الدنیا: ۱۷۵، دلائل النبوة لابی نعیم: ۵۴۷، المعجم الكبير للطبراني: ۲/ ۱۶۱، ۱۶۲، المستدرك للحاكم: ۱/ ۵۶۳، دلائل النبوة للبيهقي: ۷/ ۱۰۹، ۱۱۰، وسنده حسن]

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند کو "صحیح" کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے حدیث کو "صحیح" کہا ہے۔

⑤......ابومسعود عقبہ بن عمرو انصاری بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من قرأ بالآيتين من آخر سورة البقرة في ليلة كفتاهُ ۔ [صحیح بخاری: ۵۰۰۹، صحیح مسلم: ۸۰۸]

"جو شخص رات کو سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھ لے گا، وہ اس کو کافی ہوں گی۔"

①......یہ دونوں شیطان کی شرانگیزیوں سے حفاظت دیں گی۔
②......ناگہانی مصائب اور آفات سے محفوظ رکھیں گی۔
③......نمازِ تہجد سے کفایت کریں گی۔

ذرا سوچئے! ہمارے گھرانے کس قدر خیر و بھلائی سے محروم ہیں، اتنے بڑے نافع اور مفید عمل سے خالی ہیں، اور شر سے لبریز ہیں۔ اب آپ بتائیں کہ آپ اپنے گھر میں یہ سراسر خیر و برکت والا کام کب شروع کرنے والے ہیں؟

⑥......سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن جبریل نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ناگاہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آواز سنی، آپ ﷺ نے سر مبارک اوپر اٹھایا جبریل علیہ السلام نے کہا یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے، جسے صرف آج کھولا گیا ہے، اور آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا، پھر اس سے ایک فرشتہ نازل ہوا، جبریل علیہ السلام نے فرمایا "یہ فرشتہ جو آج اترا ہے، یہ آج سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا" اس فرشتے نے سلام کیا اور کہا "آپ (ﷺ) کو ان دو نوروں کی بشارت ہو جو آپ کو دیئے گئے ہیں اور آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے، ایک سورۂ فاتحہ اور دوسرا سورۂ بقرہ کا آخری حصہ ﴿ للہ ما فی السموت و ما فی الارض ...... ﴾ ہے۔ آپ ان میں سے جو حرف بھی پڑھیں گے آپ کو اس کے مصداق مل جائے گا۔" [صحیح مسلم: ۸۰۶]

❀❀............❀............❀❀

اظہار تشکر

"من لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ" کے تحت دارالحدیث الجامعۃ الکمالیہ راجووال کے ساتھ دامے، درمے، سخنے تعاون کرنے والے تمام احباب کا تہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے رمضان المبارک میں دل کھول کر مالی تعاون فرمایا۔ ان احباب کے لیے ڈھیروں دعائیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اس زر تعاون کو شرف قبولیت سے نوازے اور توشہ آخرت بنائے، آمین یا الٰہ الحق آمین۔

[عبیدالرحمٰن محسن]

دارالحدیث راجووال میں نئے سال کا داخلہ

دارالحدیث راجووال میں ۵ شوال ۱۴۳۰ھ سے تمام شعبہ جات میں داخلہ شروع ہے۔ اپنے بچوں کو دینی اور عصری تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کے لیے فوری رابطہ فرمائیں۔ اس سال اللہ تعالیٰ کی توفیق سے 9th کلاس کا رزلٹ سو فیصد رہا اور تمام طلباء فسٹ پوزیشن میں کامیاب ہوئے۔ [طالب الدعوات: عبیدالرحمٰن محسن مدیر العام دارالحدیث راجووال: 0300-6972721، محمد رفیق زاہد، مدیر التعلیم: 0322-5473235]

فضائل ومسائل

جمعہ کا دن مبارک دن

جمعہ کا دن اہل ایمان کے لیے اجتماعی عبادت اور خوشی کا دن ہے، زمانہ جاہلیت میں اہل عرب اسے یوم عروبہ کہا کرتے تھے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور ابومسعود رضی اللہ عنہ کی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ جمعہ کی فرضیت کا حکم ہجرت سے کچھ عرصہ قبل مکہ میں نازل ہو چکا تھا۔ لیکن چوں کہ مکہ میں اجتماعی عبادت کرنا ممکن نہ تھا اس وجہ سے اس پر عمل نہ ہو سکا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں یہ حکم بھجوا دیا کہ وہاں جمعہ قائم کریں۔ چناں چہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے بارہ آدمیوں کے ساتھ مدینہ میں پہلا جمعہ پڑھا۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ ہجرت کے دوران بنو سالم بن عوف کی بستی میں سب سے پہلا جمعہ پڑھایا جس میں سو آدمی شریک تھے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ بہترین دن جس پر سورج طلوع ہوا جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم علیہ السلام تخلیق کیے گئے اور اسی دن جنت میں داخل کیے گئے اور اسی دن وہاں سے نکالے گئے اور قیامت جمعہ کے دن واقع ہوگی۔'' [مسلم]

جمعہ کا دن......کرنے کے کام

غسل، مسواک اور خوشبو:

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جمعہ کا غسل ہر بالغ شخص پر واجب ہے۔'' [بخاری و مسلم]

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر بالغ پر جمعہ کے دن نہانا واجب ہے اور یہ کہ وہ مسواک کرے اور یہ کہ اگر میسر ہو تو خوشبو لگائے۔'' [بخاری]

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور جس قدر اس کے لیے ممکن ہو طہارت کرے اور تیل لگائے یا اپنے گھر کی خوشبو استعمال کرے، اس کے بعد (جمعہ کی نماز کے لیے) نکلے اور دو آدمیوں کے درمیان میں (جو مسجد کے اندر بیٹھے ہوئے ہوں) تفریق نہ کرے، پھر جس قدر اس کی قسمت میں ہو نماز پڑھے پھر جس وقت امام خطبہ پڑھنے لگے تو چپ رہے، تو اس کے وہ گناہ جو اس جمعہ اور گزشتہ جمعہ کے درمیان سرزد ہوئے بخش دیے جائیں گے۔'' [بخاری]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود:

اوس بن اوس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہارے دنوں میں سب سے فضیلت والا دن جمعہ کا ہے، اسی دن آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی دن (ان کی روح) قبض کی گئی اور اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن سب لوگ بے ہوش ہوں گے۔ پس تم اس دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو، اس لیے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔'' [ابوداؤد]

سورۃ الکہف پڑھنا:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص جمعہ کے دن سورۃ الکہف کی تلاوت کرے گا تو آئندہ جمعہ تک اس کے لیے ایک خاص نور کی روشنی رہے گی۔'' [صحیح الترغیب]

دعا مانگنا:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن کا ذکر کیا تو فرمایا: ''اس میں ایک ساعت ایسی ہے کہ جب کوئی مسلمان بندہ اس میں کھڑا ہوا نماز پڑھتا ہوا، اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگے تو اللہ اس کو عطا فرمائے گا۔'' اور ہاتھ سے اشارہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ ساعت بہت تھوڑی ہے۔'' [بخاری]

صحیح مسلم کی حدیث کے مطابق وہ گھڑی امام کے منبر پر بیٹھنے سے نمازِ جمعہ کے ختم ہونے تک، اور ترمذی کی روایت کے مطابق یہ گھڑی عصر

سے لے کر سورج غروب ہونے تک ہے۔

نمازِ جمعہ:

فرضیت: اہل ایمان مردوں کے لیے جمعہ کی نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرنی ضروری ہے۔

﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [الجمعة: ۹]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب جمعہ کے دن نماز کی اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔''

طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جمعہ حق ہے اور ہر مسلمان پر جماعت سے واجب ہے، لیکن چار اشخاص مستثنیٰ ہیں، غلام، عورت، بچہ اور بیمار۔'' [ابوداؤد]

فضیلت: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے وضو کیا اور اچھے طریقے سے وضو کیا، پھر جمعہ پڑھنے کے لیے آیا، غور سے (خطبہ) سنا اور خاموش رہا تو اس کے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کی درمیانی مدت اور مزید تین دن کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔'' [مسلم]

نمازِ جمعہ کا وقت:

نمازِ جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کی نماز کا وقت ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ جمعہ کی نماز اس وقت پڑھتے جب سورج ڈھل جاتا۔'' [بخاری]

جمعہ کے لیے وقت پر آنا:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص جمعہ کے دن غسل جنابت کرے پھر نماز کے لیے چل پڑے تو گویا اس نے اونٹ قربان کیا اور جو دوسرے وقت میں جائے تو گویا اس نے گائے قربان کی اور جو تیسرے وقت میں جائے تو گویا اس نے سینگ والا مینڈھا دیا اور جو چوتھے وقت میں جائے تو اس نے مرغی کی قربانی دی اور جو پانچویں وقت میں جائے، گویا اس نے ایک انڈا قربانی میں دیا اور جب امام خطبہ کے لیے نکلتا ہے تو فرشتے ذکر سننے کے لیے حاضر ہو جاتے ہیں۔'' [بخاری]

مناسب جگہ بیٹھنا:

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص ایسا کرے کہ اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے اُٹھا دے اور خود اس کی جگہ پر بیٹھ جائے۔'' [بخاری]

عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ نے کہا ایک شخص گردنیں پھلانگتا ہوا جمعہ کو آیا رسول اللہ ﷺ خطبہ پڑھ رہے تھے، آپ نے فرمایا: ''بیٹھ جاؤ، تم نے (لوگوں کو) اذیت دی۔'' [ابوداؤد]

جمعہ کی نماز، ظہر کی نماز کے مقابلے میں مختصر (چار رکعات کے بجائے دو رکعات) ہے، جس سے پہلے خطبہ دیا جاتا ہے، جو دو حصوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

خطبہ جمعہ

منبر پر خطبہ:

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا کہ نبی ﷺ منبر پر خطبہ دے رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی جمعہ کے لیے آئے وہ غسل کرے۔'' [بخاری]

کھڑے ہو کر خطبہ دینا:

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ''نبی ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے پھر (پہلے خطبہ کے بعد) بیٹھتے، پھر کھڑے ہوتے جیسے تم اس وقت کرتے ہو۔'' [بخاری]

دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا:

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ''نبی ﷺ (جمعہ کے دن) دو خطبے پڑھتے، ان کے بیچ میں بیٹھتے۔'' [بخاری]

خطبہ کے وقت خاموشی:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر جمعہ

کے دن جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو، پھر تو اپنے پاس والے سے یہ کہے کہ ''چپ رہ'' تو بے شک تو نے لغو (فضول) حرکت کی۔'' [بخاری]

دوران خطبہ بیٹھنے کا طریقہ:

معاذ رضی اللہ عنہ بن انس جہنی سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن جب کہ امام خطبہ دے رہا ہو، گھٹنوں کو پیٹ کے ساتھ ملا کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔'' [ابوداؤد]

دورانِ خطبہ آنے والا کیا کرے:

جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ ایک آدمی آیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو نے نماز (تحیۃ المسجد) پڑھی ہے؟ اس نے کہا ''نہیں''، آپ ﷺ نے فرمایا: ''دو رکعتیں پڑھ لو۔'' [بخاری]

نمازِ جمعہ کے بعد کی سنتیں:

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ ظہر سے پہلے دو رکعتیں اور اس کے بعد دو رکعتیں اور مغرب کے بعد اپنے گھر میں دو رکعتیں پڑھتے اور عشاء کے بعد دو رکعتیں پڑھتے اور جمعہ کے بعد کچھ نہ پڑھتے حتیٰ کہ گھر لوٹ کر دو رکعتیں پڑھتے۔'' [بخاری]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی جمعہ پڑھے تو اس کے بعد چار رکعات سنت پڑھ لے۔'' [مسلم]

نوٹ: نمازِ جمعہ کے بعد دو یا چار سنتیں گھر جا کر ادا کرنا افضل اور مسنون ہے تاہم مسجد میں بھی ادا کی جا سکتی ہیں۔

نمازِ جمعہ نہ پڑھنے والوں کے لیے وعید:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے منبر کے تختوں پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ''لوگ جمعہ چھوڑنے سے باز آ جائیں، ورنہ اللہ تعالیٰ ضرور ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا، پھر وہ یقیناً غافل لوگوں میں سے ہو جائیں گے۔'' [مسلم]

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان لوگوں کے بارے میں جو جمعہ سے پیچھے رہتے ہیں فرمایا: ''میں نے ارادہ کیا کہ کسی شخص کو حکم دوں جو لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں (جا کر) آگ لگا دوں ان لوگوں کے گھروں کو جو جمعہ سے پیچھے رہتے ہیں۔'' [مسلم]

جمعہ کی رات کی عبادت اور دن کا روزہ:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم جمعہ کی رات کو دوسری راتوں کے درمیان سے قیام (نفلی نماز وغیرہ) کے لیے خاص نہ کرو اور نہ جمعہ کے دن کو دوسرے دنوں کے درمیان سے روزے کے لیے خاص کرو، مگر یہ کہ جمعہ اس مدت میں آ جائے جس میں تمہارا کوئی آدمی روزے رکھتا ہو۔'' [مسلم]

جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا نبی ﷺ نے جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ''ہاں''۔ [بخاری]

جمعہ کا دن...... دین اور دنیا کا بہترین امتزاج:

جمعہ کا دن جہاں اہل ایمان کے لیے عبادت کا دن ہے وہیں جمعہ کی نماز کے بعد انہیں دنیاوی معاملات کی انجام دہی کی بھی اجازت دی گئی ہے۔

﴿ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾

[الجمعة: ۱۰]

''پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور بہ کثرت اللہ کا ذکر کیا کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔''

اسی لیے ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ سے آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا کی بھلائیاں مانگنے کی تعلیم بھی دی گئی اور یہ دعا سکھائی گئی:

﴿ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ [البقرة: ۲۰۱]

''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائیاں عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائیاں عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا لے۔''

[بہ شکریہ، ادارہ الہدیٰ، اسلام آباد]





طلبہ علوم دین کیلئے عظیم خوشخبری اعلان داخلہ

وتعاونوا على البر والتقوى



بوابۃ الجامعۃ

درس نظامی

جامع الحسنات مسجد الجامعۃ السعیدیۃ

علوم عصریہ

السکن الجامعی

شعار الجامعۃ

جامعہ سعیدیہ

ایک علمی ودعوتی مرکز، رجوع الی الکتاب والسنہ کی تحریک جامع اور مکمل اسلامی نظام زندگی کا علمبردار ادارہ ہے۔

تعریف الجامعۃ

سلف صالحین کے عقیدہ وعمل اور منہج کے مطابق کتاب وسنت اور اسلامی علوم کی مثالی دانشگاہ، ذکر وفکر علم ونظر اور تعلیم وتربیت کا سلفی ادارہ جو اپنے جملہ متعلقین ومنسوبین کیلئے بشرط اخلاص دنیا وعقبی میں فلاح ونجاح کا ذریعہ ہوگا۔ انشاء اللہ

تاریخ الجامعۃ

تاسیس اوّل 1940ء صدر والا ضلع فیروز پور
بدست محترم حضرت صوفی ولی محمد رحمہ اللہ متوفی 1978ء

تاسیس دوم 1947ء چک 7/8-AR میاں چنوں
بدست مولانا ابوالحسنات علی محمد سعیدی رحمہ اللہ، متوفی 1987ء

تاسیس سوم 1962ء خانیوال
بدست مولانا ابوالحسنات علی محمد سعیدی رحمہ اللہ، متوفی 1987ء

نشاۃ ثانیہ وتعمیر نواز 1990ء
زیر اہتمام: ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر بن عبدالعزیز عفاء اللہ عنہما

خصوصیات

- مسلکی تعصب اور فرقہ واریت سے پاک خالص علمی ماحول۔
- تعلیم کے ساتھ ساتھ عملی تربیت کا اہتمام۔
- کہنہ مشق مستند اور تجربہ کار اساتذہ کی خدمات۔
- دینی علوم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم کا اہتمام۔
- قیام وطعام اور علاج معالجہ کی مثالی سہولیات۔
- اچھی کارکردگی کے حامل محنتی طلبہ کیلئے گراں قدر انعامات۔

انگلش | ریاضی | جنرل سائنس | مطالعہ پاکستان بطور لازمی مضامین نصاب کا حصہ

الحمد للہ جامعہ ہذا عرصہ دراز سے طلبہ کی تعلیم وتربیت اور دعوت وتبلیغ کے ذریعے دینی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ گزشتہ چار سال سے جامعہ کے زیر اہتمام شعبہ علوم اسلامیہ (الثانویہ) کا باقاعدہ اجراء کیا جا چکا ہے۔ داخلہ کے خواہشمند سنجیدہ طلبہ جلد از جلد اپنے والد یا سرپرست کے ہمراہ رابطہ قائم کریں

شعبہ جات: حفظ | ناظرہ | تجوید | ریفریشر کورسز | علوم اسلامیہ | ترجمہ قرآن کریم (طلبہ) | ترجمہ قرآن کریم (طالبات) | تدریب الائمۃ والخطباء

المدیر العام
ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر
PIC
رئیس المرکز الاسلامی الحدیث • رئیس المجلس الاسلامی باکستان • رئیس الجامعۃ السعیدیۃ خانیوال

مدیر التعلیم
حافظ مسعود اظہر
خریج جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ سعودی عرب
☎ 065-2552317 : 0333-5176493

فضائل ومسائل

جمعہ کے روز عین دوپہر کے وقت نوافل جائز ہیں!

عمر فاروق السعیدی

نماز کے ممنوعہ اوقات میں سے ایک وقت عین دوپہر کا وقت بھی ہے کہ اس میں نماز جائز نہیں۔ جیسے کہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے:

عن عقبة بن عامر الجهني يقول ثلاث ساعاتٍ كان رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم ينهانا أن نصلّي فيهن أو أن نقبر فيهن موتانا: حين تطلع الشمس بازغة حتى ترتفع وحين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل الشمس، وحين تضيّف الشمس للغروب حتى تغرب۔ [مسلم، صلاة المسافرين، حديث: ۱۹۲۹، ۲۹۳، ۸۳۱]

''حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین اوقات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ان میں نماز پڑھنے یا اپنی میتوں کو دفن کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ جب سورج نکل رہا ہوحتی کہ بلند ہوجائے۔ عین دوپہر کے وقت (۱) حتی کہ ڈھل جائے اور جب غروب ہونے کے قریب ہوحتی کہ غروب ہوجائے۔''

مگر اس عموم میں سے جیسے کوئی سویا ہوا یا بھولنے والا کہ اسے اسی وقت میں اپنی نماز یاد آئے مستثنیٰ ہے۔ اسی طرح جمعہ کے دن دوپہر کا وقت بھی مستثنیٰ ہے۔ اس کی صحیح ترین دلیل جامع صحیح بخاری کی یہ حدیث ہے:

عن سلمان الفارسيؓ قال قال النبي صلى الله عليه وسلم لا يغتسل رجل يوم الجمعة ويتطهر ما استطاع من الطهر، ويدّهن من دهنه أو يمس من طيب بيته ثم يخرج فلا يفرق بين اثنين ثم يصلّي ما كتب لهٗ ثم ينصت اذا تكلّم الإمام الّا غفر له ما بينه وبين الجمعة الأخرىٰ۔ [بخاری، الجمعة، باب الدهن للجمعة، حديث: ۸۸۳، ايضا: ۹۱۰]

''حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی آدمی جمعہ کے دن حسب استطاعت طہارت اختیار کرے اور تیل لگائے یا گھر میں میسر خوشبو استعمال کرے، پھر (جمعہ کے لیے) نکلے اور کسی دو میں تفریق کا باعث نہ بنے، اور نماز پڑھے جو اس کے لیے مقدر ہو، پھر جب امام خطبہ دے تو وہ خاموش رہے۔ تو ایسے آدمی کو اس جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک کے لیے بخش دیا جاتا ہے۔''

یہ اور دیگر احادیث میں جمعہ کے لیے جہاں تک ممکن ہو اوّلین وقت میں مسجد میں پہنچنے کی ترغیب وتحریص ہے۔ اور یہ کہ وہ اس وقت میں جو اسے اللہ نے توفیق دی ہو نفل نماز پڑھے۔ اس میں دلالۃ النص، اقتضاء النص اور اشارۃ النص وغیرہ تمام اصولی قواعد کی رو سے نفل نماز پڑھنے کی ترغیب وتحریص ہے۔ اور اسے اس عمل نماز سے روکنے والی چیز صرف امام کا خطبہ ہے۔ اگر دوپہر کا وقت مانع صلاۃ ہوتا تو لازماً اس کا ذکر ہونا چاہیے تھا۔ مگر نہیں ہے۔

اس مسئلہ میں اباحت صلاۃ کی صریح احادیث جو ابوداؤد اور سنن بیہقی وغیرہ میں آئی ہیں وہ سنداً ضعیف ہیں۔

عن ابي قتادة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه كره الصلاة نصف النهار الّا يوم الجمعة، وقال إن جهنم تسجر الّا يوم الجمعة۔ [ابوداؤد، الصلاة، باب الصلاة يوم الجمعة قبل الزوال، حديث: ۱۰۸۳]

(۱) قائم الظهيرة ......عین دوپہر کا وقت، جب سایہ دائیں بائیں جانب مائل ہونے سے بالکل رکا ہوا ہوتا ہے۔ اس وقت کو...... زوال کے وقت...... سے تعبیر کرنا، عام مترجمین کا تسامح ہے۔ زوال ہوجانے کے بعد تو نماز جائز ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

''حضرت ابوقتادہؓ نبیؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نصف النہار کے وقت نماز مکروہ سمجھتے تھے، سوائے جمعہ کے دن کے......اور فرمایا کہ (اس وقت میں) جہنم بھڑکائی جاتی ہے۔''

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: ''یہ روایت مرسل ہے ...... اور ابوالخلیل نے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا ہے۔''

اس مسئلہ میں حافظ ابن القیم رحمہ اللہ زادالمعاد میں لکھتے ہیں کہ ''نصف النہار کے وقت نوافل پڑھنا امام شافعی رحمہ اللہ اور ان کے موافقین کے نزدیک مکروہ نہیں ہیں۔ اور ہمارے شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ترجیح بھی یہی ہے۔ ان حضرات کا اتحاد واستدلال لیث عن مجاہد عن ابی الخلیل عن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ (یعنی روایت ابوداؤد) کی روایت پر نہیں ہے (جو اوپر ذکر ہوئی ہے۔) بلکہ ان کا اعتماد اس صحیح حدیث پر ہے کہ جو کوئی جمعہ کے لیے (اوّل وقت میں) آئے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ نماز پڑھے حتی کہ امام (خطبہ کے لیے) آجائے۔ جیسے کہ صحیح حدیث میں آیا ہے اور بخاری والی مذکورہ حدیث ذکر کی ہے۔

(لکھتے ہیں) اس حدیث میں ترغیب ہے کہ جلد آنے والا حسب توفیق نماز پڑھے اور اس کے لیے کوئی مانع نہیں سوائے اس کے کہ امام آجائے (خطبہ کے لیے)۔

اس لیے کئی ایک سلف اسی کے قائل ہیں۔ مثلاً حضرت عمر بن خطابؓ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی اسی کے پیرو ہیں کہ امام کا نکلنا ہی متنفل کے لیے نماز سے مانع ہے۔ اور اس کا خطبہ کلام سے مانع ہوتا ہے۔ ان حضرات نے امام کے آجانے کو نفل نماز سے مانع قرار دیا ہے نہ کہ نصف النہار کو۔

(آگے لکھتے ہیں) ''علاوہ ازیں لوگ مسجد میں چھتوں کے نیچے ہوتے ہیں، انہیں دوپہر کے وقت کا شعور ہی نہیں ہوتا (امام صاحب کے الفاظ میں زوال کا لفظ آیا ہے جو ان کا تسامح ہے۔) اور نماز میں مشغول آدمی زوال کا وقت نہیں جان سکتا، اور اسے اپنی جگہ سے نکلنا بھی ممکن نہیں ہوتا کہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتا پھرے کہ سورج کو دیکھنے جائے اور پھر اپنی جگہ پر واپس آئے اور نہ ہی یہ اس کے لیے کوئی مشروع عمل ہوگا۔

اور جناب ابوقتادہ کی حدیث کے بارے میں امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ مرسل ہے۔ کیوں کہ ابوالخلیل کو حضرت قتادہ سے سماع حاصل نہیں ہے۔ مگر مرسل روایت کے ساتھ اگر (قابل اعتماد) عمل مل جائے اور قیاس اس کو تقویت دے یا وہ کسی صحابی کا قول ہو، یا ارسال کرنے والے کے متعلق معروف ہو کہ وہ مشائخ کے مختار اور راجح (اقوال وافعال) ہی لیتا ہے اور ضعفاء ومتروکین وغیرہ سے اعراض کرتا ہے۔ وغیرہ صورتوں سے اسے تقویت ملتی ہو تو اس پر عمل کیا جائے گا۔

امام شافعی رحمہ اللہ (یا امام بیہقی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں جناب عطاء، طاؤس، حسن اور مکحول رحمہم اللہ سے رخصت کی روایات آتی ہیں۔'' [ملخص از زادالمعاد]

الغرض اس مسئلہ میں حافظ ابن القیم رحمہ اللہ کی تحقیق انیق براہ راست زادالمعاد میں دیکھی جاسکتی ہے اور یہ شکستہ حروف وہیں سے ماخوذ ہیں۔ [زاد المعاد، جزء اوّل، ص: ۳۶۶، طبع موسسۃ الرسالۃ، باب خواص یوم الجمعۃ، الحادیۃ عشرۃ]

اور سبب اس تحریر کا اس جملہ کی تصحیح ہے جو سنن ابوداؤد مترجم طبع دارالسلام لاہور کے فوائد میں نظر ثانی کرتے ہوئے کسی محترم فاضل کی جانب سے لکھا اور شائع ہوا ہے کہ

''ان حضرات کے موقف کی کوئی مضبوط بنیاد نہیں ہے اس لیے جمعہ کے دن بھی زوال کے وقت نوافل پڑھنا صحیح نہیں۔''

[کتاب التطوع، فوائد حدیث: ۱۲۷۷ و ۱۰۸۳]

جب کہ حقیقت اوپر بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ بحمد اللہ ان حضرات کے موقف کی بنیاد انتہائی مضبوط صحیح ترین حدیث ہے۔ ہاں اس باب میں وارد ضعیف روایات کی بنیاد پر جو بات زیادہ سے زیادہ کہی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ ''جمعہ کے روز دوپہر کے وقت جہنم کا بھڑکایا جانا، ممکن ہے ضعیف ہو۔'' واللہ اعلم بالصواب

نہ کہ نوافل کا ادا کیا جانا جمہور اہل الحدیث اس کے قائل وفاعل ہیں۔ اس مسئلہ میں علماء احناف اگرچہ عموماً اس کے قائل نہیں مگر الفقہ الاسلامی وادلتہ کے مؤلف جناب وھبہ الزحیلی صاحب نے ان حضرات کا معتمد علیہ فتویٰ جمعہ کے دن جواز کا بیان کیا ہے۔ [ملاحظہ ہو جلد اوّل، ص: ۶۷۸]

اور حضرات حنابلہ بھی جمعہ کے روز مسجد میں آنے والے کے لیے تحیۃ المسجد کے قائل ہیں۔ هذا ما عندي والله اعلم بالصواب

اللهم انفعنا بما علّمتنا وعلّمنا ما ينفعنا وزدنا علماً۔



تحقیق وتنقید

عدمِ مساوات اور اسلام

پروفیسر عبدالعظیم جانباز بن شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز رحمہ اللہ

﴿ وَ اللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ﴾
''اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت عطا کی ہے۔'' [النحل:۷۱]

﴿ وَ رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ ﴾ [الزخرف:۳۲]
''اور ہم نے ایک کو دوسرے پر درجوں کے لحاظ سے رفعت دے رکھی ہے۔''

اشتراکی معترضین کہتے ہیں کہ ان آیاتِ قرآنی کی موجودگی میں کون مسلمان اسلام میں طبقاتی نظام کے وجود سے انکار کرسکتا ہے؟

اس سوال کے جواب کے لیے آیئے سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ طبقاتی نظام سے مراد کیا ہے؟ اس کے بعد ہی ہم اس کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر کو سمجھ سکیں گے اور یہ جان سکیں گے کہ آیا اسلام کے نزدیک یہ جائز ہے یا ناجائز۔

عہد وسطیٰ کا یورپ تین طبقات میں واضح طور پر بٹا ہوا تھا: طبقۂ اشراف، پادری اور عوام۔ جہاں تک پادریوں کے گروہ کا تعلق تھا، ان کی امتیازی علامت ان کا لباس تھا۔ قوت اور اقتدار کے لحاظ سے یہ گروہ بڑے بڑے بادشاہوں، بلکہ شہنشاہوں تک کا حریف تھا۔ چناں چہ کلیساء کا سربراہ پوپ بادشاہوں کا تقرر یا تنزل اپنا حق خیال کرتا تھا۔ یہ صورتِ حال ان بادشاہوں کے لیے کسی طرح بھی قابل قبول نہیں ہوسکتی تھی، چناں چہ انہوں نے کلیساء اور پوپ کے اقتدار سے آزاد ہونے کی ہر ممکن کوشش کی۔ کلیساء کے مالی وسائل کا یہ عالم تھا کہ ان کے بل پر وہ اپنی باقاعدہ فوج بھی رکھ سکتا تھا۔

رہ گیا طبقۂ اشراف، تو اس کے افراد کو شرافت ونجابت باپ دادا سے ورثے میں ملتی تھی۔ اس کا کوئی تعلق ان کے ذاتی اعمال یا اخلاق سے نہیں تھا۔ ان کے نزدیک شرفاء پیدائشی طور پر شریف ہوتے تھے اور کسی کمینہ سے کمینہ حرکت یا برے سے برے فعل کے ارتکاب کے بعد بھی وہ شریف رہتے تھے اور اُس سے اُن کی پیدائشی شرافت پر کوئی آنچ نہیں آتی تھی۔ دورِ جاگیرداری میں اس طبقۂ اشراف کو اپنی جاگیروں میں بسنے والوں پر مطلق العنان اختیارات حاصل تھے۔ وہی تمام عدالتی اور انتظامی اختیارات کا مالک تھا اور اس کی خواہشات اور زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو قانون کا مرتبہ حاصل تھا۔ اس زمانے میں جو نمائندہ مجالس تھیں وہ بھی اسی طبقے کے افراد پر مشتمل ہوتی تھیں، جس کا فطری نتیجہ یہ تھا کہ یہ لوگ جب قانون سازی کرتے تھے، اس میں بھی ان کے پیش نظر اپنی ذات، اپنی مراعات اور اپنے مفادات کا تحفظ رہتا تھا جنہیں ان کے لوگوں نے ایک ایسے تقدس کا رنگ دے رکھا تھا کہ ان کو پامال کرنے کے بارے میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

جہاں تک عوام کے طبقے کا تعلق تھا، اس کو نہ کوئی مراعات حاصل تھیں اور نہ حقوق ہی سے وہ پوری طرح بہرہ ور تھا، بلکہ افلاس، غلامی اور ذلت باپ دادا سے اُسے ورثے میں ملتی تھی اور وہ یہی ورنہ آنے والی نسلوں کو منتقل کرتا چلا آتا تھا اور بتدریج اسی مقام اور اہمیت کا حامل بن گیا، جو زمانہ قدیم کے طبقۂ اشراف کی خصوصیت تھی۔ اسی طبقے کی قیادت میں عوام نے انقلاب فرانس برپا کیا، جس نے بظاہر طبقاتی تفریق کا خاتمہ کردیا اور دنیا کو حریت، اخوت اور مساوات کے نعرے عطا کیے۔

دورِ جدید میں پرانے طبقۂ اشراف کی جگہ اب سرمایہ داروں کے طبقے نے لے لی ہے۔ یہ تبدیلی ایک غیر محسوس طریقے سے آئی اور اپنے ساتھ اقتصادی ترقی کے نتیجے میں رونما ہونے والی بہت سی اور تبدیلیاں بھی لائی، لیکن اس ساری اکھاڑ پچھاڑ میں بنیادی اصول میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ چناں چہ اب بھی مال ودولت، قوت اور اقتدار سب کچھ سرمایہ دار طبقے کے ہاتھ میں ہے اور وہ جیسے چاہتا ہے حکومت کی مشینری کو

استعمال کرتا ہے۔ جمہوری ممالک کے انتخابات میں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عوام کو پوری پوری آزادی حاصل ہے۔ مگر یہاں بھی بعض چور دروازے ایسے ہیں جن کے ذریعے سرمایہ دار پارلیمنٹوں اور حکومت کے دفاتر پر قابض ہوکر جائز وناجائز ذریعے سے اپنے مذموم مقاصد حاصل کرسکتے ہیں۔

اس سلسلے میں یہ بھی یادرہے کہ دورجدید میں جمہوریت کے سب سے بڑے سرپرست خود برطانیہ میں بھی ابھی تک دارالامراء کے نام سے ایک ایوان بالا موجود ہے۔ وہاں اب بھی زمانۂ قدیم کا ایک ایسا جاگیردارانہ قانون رائج ہے جس کی رو سے ایک جاگیردار کی وفات کے بعد اُس کی ساری جائیداد اُس کے بڑے بیٹے کے قبضے میں چلی جاتی ہے۔ اس قانون کا واضح مقصد جاگیر اور جاگیردار کو چند مخصوص ہاتھوں تک محدود رکھنا ہے تاکہ خاندانہ کی جائیداد اور دولت ایک ہی جگہ مرکوز ہے اور عہدِ وسطیٰ میں جاگیرداروں کو جو معاشرتی مقام حاصل تھا، وہ خاندان میں قائم رہے۔

طبقاتی نظام کی بنیاد دراصل اس غلط مفروضے پر قائم ہے کہ دولت ہی دراصل قوت ہے، اس لیے جس طبقے کے پاس دولت ہوتی ہے، لازماً وہی سیاسی قوت کا بھی مالک ہوتا ہے۔ ملک کی قانون سازی میں اسی کا عمل دخل ہوتا ہے، اور وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ ایسے قوانین بناتا ہے، جن کا منشاء خود اس کے اپنے مفادات کا تحفظ اور دوسرے طبقات کو ان کے تمام قانونی حقوق سے محروم کرکے اپنے تابع رکھنا ہوتا ہے۔

طبقاتی نظام کی اس تعریف کی روشنی میں پورے وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ اسلام میں اس طرح کے کسی طبقاتی نظام کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ نہ کبھی ایسا طبقاتی نظام اسلامی تاریخ میں پایا گیا ہے۔ اس حقیقت کی وضاحت مندرجہ ذیل حقائق سے بھی ہوتی ہے۔

اسلامی قوانین میں کوئی ایسا قانون موجود نہیں جس کا مقصد مال ودولت کو چند مخصوص افراد تک محدود رکھنا ہو۔ قرآن حکیم میں صاف اور واضح الفاظ میں اشارہ موجود ہے کہ

﴿ کی لا یکون دولة بین الاغنیآء منکم ﴾

"تاکہ دولت تمہارے دولت مندوں میں ہی گردش نہ کرتی رہے۔"

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے جو قوانین حیات وضع کیے، ان کا مقصد یہ ہے کہ دولت کو مسلسل تقسیم اور گردش میں رکھا جائے۔ اسلام کے قانون وراثت کے مطابق ہر مرنے والے کا ترکہ اس کے تمام ورثاء میں خواہ ان کی تعداد کتنی ہی کیوں نہ ہو، تقسیم ہونا چاہیے۔ اسلام میں وراثت کا حق دار کوئی ایک فرد نہیں ہوتا، سوائے ان استثنائی حالات کے جب کہ مرنے والے کا اور کوئی بھائی بہن یا رشتہ دار موجود نہ ہو، ان استثنائی حالات میں بھی اسلام نے اس امر کا انتظام کیا ہے کہ ساری دولت اور جائیداد کا مالک ایک ہی شخص نہ بن بیٹھے، بلکہ اس میں دوسرے مستحقین کے لیے بھی کچھ حصہ نکالا جائے، جو مرنے والے سے کسی قسم کی قربت داری کا تعلق نہیں رکھتے۔ موجودہ زمانے میں جو وراثت ٹیکس پایا جاتا ہے، یہ اسی کی ایک ابتدائی شکل ہے۔

قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

﴿ وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴾

"اور جب (وارثوں میں ترکہ کے) تقسیم کے وقت (دور کے) رشتہ دار آموجود ہوں اور یتیم اور غریب لوگ تو ان کو بھی اس (ترکے) میں سے کچھ دے دو اور ان کے ساتھ بھلائی کی بات کرو۔" [النساء:۸]

یوں اسلام نے ارتکازِ دولت سے پیدا ہونے والے مسائل کو حل کیا۔ اسلام کے قانون وراثت کی رو سے جائیداد کسی خاص طبقے کو ورثے میں نہیں ملتی، بلکہ میت کے ورثاء میں تقسیم ہوتی ہے اور ان کے بعد یہی دولت اور جائیداد آگے ان کے ورثاء میں تقسیم ہوتی چلی جاتی ہے۔ چناں چہ تاریخ گواہ ہے کہ اسلامی معاشرے میں دولت کبھی چند افراد کے پاس محدود نہیں رہی، بلکہ پورے معاشرے میں مسلسل گردش کرتی رہی ہے۔

اسلام کا یہ مزاج اس کی ایک اور اہم خصوصیت کی جانب ہماری رہنمائی کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اسلام میں قانون سازی کا حق محض ایک خاص طبقے تک ہی محدود نہیں ہے۔ اسلامی نظام میں کوئی شخص اپنی مرضی سے کوئی قانون بنانے کا حق نہیں رکھتا۔ کیوں کہ اسلام سب انسانوں کو

ایک ہی الہامی قانون کا تابع بنانا چاہتا ہے۔ جو خدا کا نازل کردہ ہے اور جو انسانوں میں کسی قسم کی تفریق کا روادار نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ ایک غیر طبقاتی معاشرہ ہوتا ہے۔ کیوں کہ طبقات کی موجودگی اور قانونی ترجیحات کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ جہاں قانونی ترجیحات موجود نہ ہوں اور کوئی طبقہ اپنے حسب منشاء قانون سازی کر کے اپنے مفادات کی خاطر دوسروں کو نقصان پہنچانے پر قادر نہ ہو، وہاں طبقاتی امتیازات بھی نہیں ہوتے۔ اب آیئے ذرا ان دو آیات کا صحیح مطلب سمجھنے کی کوشش کریں، جو اس باب کے آغاز میں درج ہیں، اور جن کا سرسری مطالعہ بعض ذہنوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کا موجب بھی بن سکتا ہے۔ قرآن میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

﴿ وَ اللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ ﴾

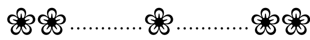
''اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت عطا کی ہے۔'' [النحل:۷۱]

﴿ وَ رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ ﴾ [الزخرف:۳۲]

''اور ہم نے ایک کو دوسرے پر درجوں کے لحاظ سے رفعت دے رکھی ہے۔''

ان آیات میں محض ایک امر واقعہ بیان کیا گیا ہے، جو کسی بھی اسلامی یا غیر اسلامی نظام میں پیش آ سکتا ہے۔ ان میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے، وہ صرف اتنا ہے کہ انسانوں میں رزق اور رتبے کے لحاظ سے امتیازات موجود ہیں۔ روس ہی کی مثال لیجیے، کیا وہاں پر سب لوگوں کو ایک جیسی اُجرتیں دی جاتی ہیں یا کچھ لوگوں کو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ اُجرتیں ملتی ہیں؟ کیا فوج میں بھرتی ہونے والے سبھی فوجیوں کو ایک جیسے عہدے دیے جاتے ہیں یا بعض کو دوسروں پر برتری حاصل ہوتی ہے؟ اگر یہ فرق مراتب وہاں بھی موجود ہے، تو اس کی وجہ انسانوں میں پائے جانے والے ناگزیر امتیازات کے سوا اور کیا ہے؟ اوپر کی آیات میں امتیازات کی موجودگی کی کوئی خاص وجہ نہیں بتائی گئی اور نہ یہ بتایا گیا کہ ان کی اساس دولت ہے، اشتراکیت ہے یا اسلام ہے؟ اس طرح یہ اس بارے میں بھی خاموش ہیں کہ یہ ترجیحات (یا امتیازات) اسلامی معیار کے لحاظ سے منصفانہ ہیں یا غیر منصفانہ۔ اس سے قطع نظر ان آیات میں یہ بات صرف امر واقعہ کے طور پر بیان کی گئی ہے کہ اس طرح کے امتیازات دنیا میں ہر جگہ پائے جاتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے، خدا کو اس کا بخوبی علم ہے۔ اب تک یہ حقیقت واضح ہو جانی چاہیے کہ اسلامی معاشرہ ایک ایسا معاشرہ ہے جس میں طبقات نہیں پائے جاتے اور نہ قانونی امتیازات ہی اس میں ملتے ہیں۔ مال ودولت کے لحاظ سے لوگوں میں جو فرق پایا جاتا ہے اُسے طبقاتی نظام کے ساتھ خلط ملط نہیں کرنا چاہیے۔ کیوں کہ جب تک دنیاوی ساز وسامان اور جائیداد کا یہ فرق کسی قانونی یا انفرادی ترجیحات کی صورت میں ظاہر نہ ہو، اس وقت تک اس کے نتیجے میں کوئی طبقات وجود پذیر نہیں ہو سکتے۔ کیوں کہ اگر قانون کی نگاہ میں سب انسان نظریاتی طور پر نہیں، بلکہ واقعاتی دنیا میں بھی برابر ہوں، تو مال ودولت کا یہ فرق بھی طبقاتی امتیازات کی صورت میں ظاہر نہیں ہو سکتا۔

یہاں پر یہ امر بھی واضح رہے کہ اسلام نے افراد کو زمین کی ملکیت کا جو حق دیا ہے، اس کے نتیجے میں زمین کے مالکوں کو ایسے خصوصی حقوق یا مراعات حاصل نہیں ہوتیں، جن کے بل پر وہ دوسروں کو غلام بنائیں یا انہیں اپنے مقاصد کا آلہ کار بنا سکیں۔ اگر صحیح اسلامی نظام میں سرمایہ دارانہ نظام کا ظہور ہوتا، تو وہاں بھی یہی صورتِ حال پیش آتی۔ کیوں کہ اسلام میں حکمران کے اختیاراتِ حکمرانی سرمایہ دار طبقے کی حمایت کے مرہونِ منت نہیں ہوتے، بلکہ پوری قوم کی حمایت اور انتخاب کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اور اسلامی حکمران کا فرض احکام ربانی کو بجالانا ہوتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس دنیا میں کوئی ایسا معاشرہ موجود نہیں ہے، جس کے سارے افراد دولت کے لحاظ سے آپس میں برابر ہوں۔ اشتراکی معاشرہ میں بھی یہ مساوات مفقود ہے۔ اگرچہ اس کا دعویٰ یہ ہے کہ اس نے سارے طبقات کو مٹا دیا ہے۔ اس کا سارا کارنامہ بس اتنا ہے کہ اس نے چھوٹے چھوٹے سرمایہ داروں کو ختم کر کے حکمرانوں کے ایک نئے طبقے کو پیدا کر دیا، جس نے دوسرے تمام طبقات کو نیست ونابود کر دیا ہے۔



تحقیق وتنقید

مرزا قادیانی سرتاپا مرض

پروفیسر عبدالرزاق ساجد، فیصل آباد

بانی جماعت احمدیہ کی حیات مستعار کی ایک جھلک ہی ایک سلیم الفطرت اور سنجیدہ مزاج انسان کے لیے درست فیصلہ لینے اور صحیح صورتِ حال واضح کرنے کے لیے کافی ہے۔

وہ سیرت مہدیٔ معہود، جو کسی غیر کی تراشیدہ نہیں بلکہ مرزا کے اپنے الفاظ، اور ان کے اپنوں کے قلم سے اپنی ہی کتابوں کے صفحات پر نمودار ہوئی ہے، جو حسب ذیل ہے:

① ......جو سرتاپاؤں دائمی مریض ہو۔[ضمیمہ اربعین، ص:۳،۴]

② ......اس کا جسم بیکار ہو چکا ہو۔[بدر، ۲۴ مئی ۱۹۰۶ء]

③ ......وہ مسلوب القویٰ ہو۔ [بدر، ۲۴ مئی ۱۹۰۶ء]

④ ......اس کے سر کو دیکھو تو چکراتا ہو۔[حقیقۃ الوحی، ص:۳۰۷]

⑤ ......مستقل دردسر کا مریض ہو۔[ضمیمہ اربعین: ۳،۴، ص:۴]

⑥ ......دوران سر سے نجات نہ پاتا ہو۔[حقیقۃ الوحی، ص:۳۰۷]

⑦ ......مرگی کے مرض میں مبتلا ہو۔[حقیقۃ الوحی، ص:۳۷۶]

⑧ ......دماغ کو دیکھو تو مرض مراق چاٹ چکا ہو۔ [بدر، جون ۱۹۰۶ء، ص:۵]

⑨ ......مالیخولیا نے انتہا کر دی ہو۔[بیاض نورالدین، ج:۱، ص:۲۱۱]

⑩ ......جنون غلبہ پا چکا ہو۔[ایضاً]

⑪ ......سودائی پن نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہو۔ [سیرت المہدی، ج:۲، ص:۵۵]

⑫ ......بار بار دورے پڑتے ہوں۔[فتح اسلام، ص:۲۷]

⑬ ......غشیاں کھا کھا کر گرتا ہو۔[سیرت المہدی، ج:۱، ص:۱۷]

⑭ ......بے ہوش وحواس بے سدھ زمین پر پڑا رہتا ہو۔ [براہین احمدیہ، ج:۵، ص:۲۰]

⑮ ......دماغ کمزور ہو چکا ہو۔[حقیقۃ الوحی، ص:۳۰۷]

⑯ ......بھولنے اور نسیان کا مرض لاحق ہو چکا ہو۔

⑰ ......حافظ کا فقدان ہو۔[نسیم دعوت، ص:۷۱]

⑱ ......آنکھوں کو دیکھو تو مائی اوپیا کا شکار ہو چکی ہوں۔ [سیرت المہدی، ج:۳، ص:۱۱۹]

⑲ ......آنکھوں میں نیند نہ پڑتی ہو۔

⑳ ......وہ کمی خواب کے شکوے کرتا ہو۔[ریویو، مئی ۱۹۲۷ء، ص:۲۶]

㉑ ......اس کے منہ کو دیکھو تو کہیں خون آ رہا ہوتا ہے۔ [سیرت المہدی، ج:۱، ص:۵۵]

㉒ ......اور کبھی اس سے جھاگ نکل رہی ہوتی ہے۔ [حقیقۃ الوحی، ص:۳۷۶]

㉓ ......اس کی زبان کو دیکھو تو لکنت زدہ ہو۔ [سیرت المہدی، ج:۲، ص:۲۵]

㉔ ......دانتوں کو دیکھو تو کیڑے لگے ہوئے ہوں۔ [سیرت المہدی، ج:۲، ص:۲۵]

㉕ ......دل کو دیکھو تو تشنج کا حملہ ہو چکا ہو۔[تریاق القلوب، ص:۷۵]

㉖ ......دلی کمزوری اپنا اثر دکھا رہی ہو۔[ایضاً]

㉗ ......دل ڈوب ڈوب جاتا ہو۔[ایضاً]

㉘ ......تمام اعضائے رئیسہ کو دیکھو تو تشنج کی لپیٹ میں ہوں۔ [سیرت المہدی، ج:۱، ص:۱۷]

㉙ ......اعصاب کو دیکھو تو ہسٹریا ہو چکا ہو۔ [سیرت المہدی، ج:۱، ص:۱۳، ۲۲]

㉚ ......وہ اعصابی تناؤ کا شکار ہو چکا ہو۔[سیرت المہدی، ج:۲، ص:۵۵]

㉛ ......اس کے پٹھے کھنچے ہوئے رہتے ہوں۔ [سیرت المہدی، ج:۱، ص:۱۷]

۳۲......پھیپھڑوں پر نظر دوڑاؤ تو دِق کا مرض چاٹ چکا ہو۔

[تریاق القلوب، ص:۷۶]

۳۳......ٹی۔بی کا حملہ ہو چکا ہو۔[ایضاً]

۳۴......سل نے سانس لینا مشکل کر دیا ہو۔[سیرت المھدی، ص:۴۲]

۳۵......پھیپھڑوں میں زخم آ چکے ہوں۔[ایضاً]

۳۶......کھانسی نے برا حال کر رکھا ہو۔[ایضاً]

۳۷......لبلبہ پھٹ چکا ہو۔

۳۸......وہ ذیابیطس کا شکار ہو چکا ہو۔[حقیقۃ الوحی، ص:۳۶۳]

۳۹......۲۰ برس سے شوگر جیسے موذی مرض کے منہ میں جا چکا ہو۔

[ایضاً]

۴۰......معدہ انتہائی کمزور ہو چکا ہو۔

۴۱......نظام انہضام برباد ہو چکا ہو۔[ریویو، اگست ۱۹۲۶ء]

۴۲......کثرت اسہال اور دست مستقل بیماری بن چکے ہوں۔

[منظور الٰہی، ص:۳۴۹۔ریویو، اگست ۱۹۲۶ء، ص:۶]

۴۳......انتڑیاں جواب دے چکی ہوں۔[حقیقۃ الوحی، ص:۲۲۴]

۴۴......بڑی انتڑی کا درد نڈھال کر دیتا ہو۔[تریاق، ص:۸۲]

۴۵......پیچش اور مروڑوں نے نچوڑ رکھا ہو۔[ایضاً]

۴۶......مقعدی راستے سے خون آتا ہو۔[ایضاً]

۴۷......قولنج زحیری نے زندگی اجیرن کر رکھی ہو۔

[تریاق القلوب، ص:۸۲]

۴۸......مثانہ انتہائی کمزور ہو چکا ہو۔[نزول المسیح، ص:۲۳۵]

۴۹......اس کی برداشت کا پیمانہ دن میں سوسو مرتبہ لبریز ہوتا ہو۔

۵۰......اور بصورت پیشاب واش روم کے چکر لگواتا ہو۔

[ضمیمہ اربعین:۳،۴، ص:۴]

۵۱......قوت باہ کو دیکھو تو حالت مردمی کالعدم ہو چکی ہو۔

[تریاق، ص:۵۷، حقیقۃ الوحی، ص:۳۰۷]

۵۲......نامردی و سستی نے زچ کر رکھا ہو۔

۵۳......سرعت انزال کا شکوہ نوکِ قلم تک آ گیا ہو۔اور قرطاس کتاب پر بہہ گیا ہو۔[مکتوبات احمدیہ، ج:۲، ص:۱۴]

۵۴......جس شخص کے ہاتھ ٹیڑھے ہو جاتے ہو۔

[حقیقۃ الوحی، ص:۳۷۶]

۵۵......پاؤں مڑ جاتے ہوں۔[ایضاً]

۵۶......بوجہ مرگی ایڑیاں زمین پر رگڑتا رہتا ہو۔[ایضاً]

۵۷......اپنے ہی ہونٹ پچپاتا اور کاٹتا ہو۔[ایضاً]

۵۸......جلد کو دیکھو تو سر تا پاؤں پورے بدن پر شدید خارش کا دور دورہ ہو۔کھجلاتے کھجلاتے دن رات بیت جاتے ہوں۔

[سیرت المھدی، ج:۳، ص:۵۳]

ذرا سنجیدگی سے سوچیے!

کیا ایسے شخص کو

❀......مسیح موعود، مثیل مسیح یا معہدی معہود قرار دیا جا سکتا ہے؟

❀......یا اسے سید المرسلین، خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کا شبیہ اور مشابہ قرار دیا جا سکتا ہے؟

❀......جو اپنا مسیحا نہ بن سکا وہ اوروں کی کیا مسیحائی کرے گا!!!

❀❀...........❀...........❀❀

ضرورت مدرس شعبہ حفظ قرآن

فیصل آباد کے ایک معروف مدرسہ کے لیے شعبہ حفظ قرآن میں ۲۰ سالہ تجربہ کار مدرس کی اشد ضرورت ہے۔ضرورت مند حضرات فوری طور پر درج ذیل فون پر رابطہ کریں۔ [0302-7008667]

جناب احمد درویش کو صدمہ

جناب احمد درویش صاحب کا بھتیجا عبداللہ صائم ایک عرصہ علیل رہنے کے بعد عید الفطر کے دن وفات پا گیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس بچے کی وفات سے اس کے والدین اور بہن بھائی ودیگر لواحقین کو جو صدمہ ہوا اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ انہیں صبر جمیل سے نوازے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں مقام عطا کرے، آمین

[محمد اکبر بھٹی]

مطالعہ کی میز پر

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب مصحف شریف

اسلامی نظریاتی کونسل کی لائبریری میں ایک گراں قدر اضافہ

محمد خالد سیف (سینئر ریسرچ آفیسر اسلامی نظریاتی کونسل)

خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں اہل شام وعراق پر مشتمل اسلامی لشکر نے جب آذر بائیجان اور آرمینیا کے علاقوں کو فتح کر کے اسلامی قلمرو میں شامل کر دیا، تو جلیل القدر صحابی رسول حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بن یمان نے محسوس کیا کہ مختلف علاقوں سے حلقہ بگوش اسلام ہونے والے مسلمانوں کے قرآنِ مجید کے پڑھنے کے اسلوب وانداز میں بہت اختلاف ہے۔ انہوں نے اس خدشہ کے پیش نظر کہ یہ اختلاف قراءات آگے چل کر کسی فتنہ کی صورت اختیار نہ کر لے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس طرف توجہ مبذول کرائی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآنِ مجید کے اس نسخہ کو طلب کیا، جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں مرتب ومدوّن کیا گیا تھا اور اس وقت وہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا۔

آپ نے حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت سعید بن عاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی اور اسے اس نسخہ کی متعدد نقول تیار کرنے کا کام تفویض کیا، اس کمیٹی نے اپنے کام کو نہایت احسن انداز میں سرانجام دیتے ہوئے جب قرآنِ مجید کی متعدد نقول تیار کرا کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیں تو آپ نے اصل نسخہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیا اور اس کی بنیاد پر تیار کیے جانے والے نسخوں کو بڑے بڑے شہروں مکہ، کوفہ، بصرہ، شام وغیرہ میں بھیج دیا اور ایک نسخہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی میں بھی رکھ دیا گیا اور پھر ان نسخوں سے آگے مزید نسخے تیار ہوتے رہے۔ لیکن اس وقت دنیا کی مختلف لائبریریوں میں چھ نسخے ایسے موجود ہیں، جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں بلکہ ان میں سے بعض کے بارے میں تو یہ دعویٰ بھی کیا جاتا ہے کہ جب آپ کو شہید کیا گیا تو آپ اس نسخہ کی تلاوت فرما رہے تھے۔ یہ چھ نسخے حسب ذیل ہیں:

① ...... قرآنِ مجید کے اوّلین نسخوں سے دلچسپی رکھنے والے سب لوگ جانتے ہیں کہ مصحف تاشقند، جو تاشقند کے عجائب گھر برائے آثار قدیمہ میں موجود ہے، اسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، جیسا کہ شیخ اسماعیل مخدوم ...... وسطی ایشیا اور قازقستان کے مسلمانوں کے دینی ادارہ کے نائب چیئرمین ...... نے اپنی کتاب ''تاریخ المصحف العثمانی فی طشقند'' میں ذکر کیا ہے۔

② ...... طوبقائے سرائے استنبول کے عجائب گھر میں موجود قرآن مجید کے نسخے (نمبر ۳۲/۲۴) کے بارے میں بھی عرصہ دراز سے یہ خیال کیا جا رہا ہے کہ یہ مصحف عثمانی ہے اور شہادت سے قبل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس نسخہ کی تلاوت فرما رہے تھے۔ شاید اسی وجہ سے طوبقائے سرائے کے عجائب گھر کے ہر سال رمضان المبارک میں سارا مہینہ دروازے کھلے رکھے جاتے ہیں تاکہ زائرین اس نسخہ کی زیارت کر لیں۔

③ ...... قاہرہ کے مشہد حسینی میں موجود نسخے کے بارے میں بھی بعض لوگوں کی رائے ہے کہ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تیار کردہ نسخوں میں سے ایک ہے۔

④ ...... ڈاکٹر محمد حمید اللہ رحمہ اللہ نے آج تک باقی رہنے والے عثمانی مصاحف کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے طوبقائے اور تاشقند کے نسخوں کے ساتھ ساتھ ایک تیسرے نسخہ کا بھی ذکر کیا ہے جو انگلینڈ کی

برٹش لائبریری میں موجود ہے اور جسے دلی میں مغل بادشاہ کی لائبریری سے لے کر برٹش لائبریری میں منتقل کیا گیا تھا۔

⑤......بعض مسلمانوں کا خیال ہے کہ سینٹ پیٹرسبورگ (نمبر E20) کا نسخہ بھی عثمانی مصاحف میں سے ایک ہے۔

⑥......ترکی کے شہر استنبول کے ترکی و اسلامی آثار کے عجائب گھر میں موجود نسخہ بھی مصحف عثمانی کے نام سے معروف ہے اور اس کے آخر میں یہ عبارت بھی لکھی ہوئی ہے کہ اسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ۳۰ھ (۶۵۰۔۶۵۱ء) میں لکھا تھا۔

اسی مؤخر الذکر نسخہ کو استنبول کے مرکز البحوث الاسلامیہ (اسام ISAM) نے ۲۰۰۷ء میں نہایت اہتمام سے ڈاکٹر طیار آلتی قولاچ کی تحقیق کے ساتھ زیور طبع سے آراستہ کرادیا ہے۔ فاضل محقق نے ۱۷۴ صفحات پر مشتمل اپنے فاضلانہ مقدمہ میں عربی کتابت کے آغاز اور اس کے ترقیاتی مراحل، قرآنِ مجید کے ابتدائی نسخے اور عثمانی رسم الخط، مصاحف عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، قرآنِ مجید پر نقطے اور اعراب لگانے کی کوششوں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب قلمی نسخوں خصوصاً استنبول کے ترکی و اسلامی آثار کے عجائب گھر میں موجود اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اس نسخے کا بطور خاص تعارف کروایا ہے، جسے مرکز البحوث الاسلامیہ نے طبع کرانے کی سعادت حاصل کی ہے۔

اس نسخہ کو بڑے سائز کی دو جلدوں میں کریم کلر کے خوب صورت پیپر پر اس طرح شائع کیا گیا ہے کہ ہر صفحے پر پہلے خطی نسخے کے ایک صفحے کا عکس شائع کیا گیا ہے اور پھر اسی کو نیچے دو کالم میں خط نسخ میں کمپوز کر کے شائع کیا گیا ہے اور پھر نیچے فاضل محقق کی طرف سے حواشی و تعلیقات ہیں۔

۱۷۴ صفحات کے مقدمہ کے بعد قرآنِ مجید کا آغاز ہوتا ہے جو سورۃ الفاتحہ سے لے کر سورہ توبہ کی آیت ۳۹ کے ابتدائی نصف حصے تک ہے اور یہ ۲۸۰ صفحات پر مشتمل ہے اور پھر اس کے بعد فاضل محقق کی طرف سے ۱۷۴ صفحات پر مشتمل عربی مقدمہ کا ترکی زبان میں ترجمہ ہے، جو ۱۵۶ صفحات پر محیط ہے۔ اسی طرح جلد دوم سورہ توبہ کی آیت ۳۹ کے نصف آخر سے لے کر سورۃ الناس تک کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور یہ صفحہ ۲۸۱ سے ۸۸۵ تک کے صفحات پر مشتمل ہے۔

اصل نسخہ کے آخری صفحہ پر یہ جملہ لکھا ہوا ہے کہ کتبہ عثمان بن عفان فی سنۃ ثلثین (اسے عثمان بن عفان نے سنہ ۳۰ میں لکھا تھا) اور پھر اس کی نقل داؤد بن علی کیلانی قادری نے مکہ مکرمہ میں کعبۃ اللہ کے سامنے بیٹھ کر تیار کی اور اس سے فراغت بروز جمعرات ۲ جمادی الثانی ۸۴۱ھ میں حاصل کی۔ لیکن فاضل محقق کی تحقیق کے مطابق یہ بات صحیح معلوم نہیں ہوتی کہ یہ نسخہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے یا ان نسخوں میں سے ایک ہے، جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک کمیٹی سے تیار کروائے تھے۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان نسخوں سے تیار ہونے والے نسخوں یا ان سے تیار ہونے والے مزید نسخوں میں سے ایک ہوسکتا ہے۔

بہر حال مرکز البحوث الاسلامیۃ، استنبول کے زیر اہتمام اس نادر و نایاب نسخہ کی نہایت سلیقہ سے کریم کلر کے خوب صورت پیپر پر طباعت و اشاعت، براؤن اور گولڈن دو رنگوں میں نفیس تجلید اور انہی دو رنگوں کے ڈبے میں پیکنگ ایک انتہائی مستحسن اقدام ہے۔ حال ہی میں اسلامی نظریاتی کونسل کی لائبریری میں اس نسخہ کا اضافہ ایک نہایت گراں قدر اضافہ ہے۔



تذکرۃ الاخیار

مولانا عبدالحق رحمہ اللہ ملتانی اوران کے والدگرامی قدر مولانا سلطان محمود

محمد رفیق اثری جلال پور پیروالا

مولانا سلطان محمود ملتانی (متوفی ۱۹۰۹ء) ڈیرہ اسماعیل خاں کے ایک قدیم علمی خانوادے کے فرزند تھے۔تعلیم اپنے والد مولانا فریدالدین سے حاصل کی اور مزید تکمیل مولانا قادر بخش ساکن ڈیرہ اسماعیل کی خدمت میں حاضر ہوکر کی۔ نیز مولانا عبدالعزیز محدث دہلوی کے ایک شاگرد خلیل الرحمٰن الخوشابی سے دہلی جا کر استفادہ کیا۔ اور دہلی میں ہی محدث دہلوی کے ایک اور مصاحب اور قریبی ساتھی شیخ یحییٰ زاہد الفاسی کو بھی ملے وہ بہت کمزور اور نحیف تھے۔ان کا تذکرہ نزہۃ الخواطر میں کیا گیا ہے۔

یہ خاندان ڈیرہ اسماعیل خاں کا معروف اور قدیم علمی خاندان ہے۔ مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ نے اسی خاندان سے علم حاصل کیا۔ تین سو سال سے اس خاندان کی روایت محفوظ ہے کہ جمعہ کا ترتیب وار درس قرآن صاحب درس کے ہاتھوں تحریری صورت میں موجود ہے یہ سب حضرات انتہائی خوش خط رہے ہیں۔ ڈیرہ اسماعیل خاں کی شاخ کے موجود بزرگ محترم قاضی علاؤالدین ہیں جو دیوبندی مسلک پر کاربند اور سرحد کے جلیل القدر علماء میں شمار ہوتے ہیں۔

مولانا کا اصل نام محمود تھا ۱۸۳۱ء کی جنگ بالاکوٹ میں سید احمد شہید رحمہ اللہ اور شاہ اسماعیل شہید کی معیت میں کفار سے جنگ کرتے ہوئے ان کے بھائی عبداللطیف شہید ہوگئے تھے، جس کے نتیجے میں جناب محمود بھی سرکار کے زیر عتاب آ گئے اور ۱۸۵۰ء کے لگ بھگ وہاں سے ہجرت کر کے ملتان میں آئے اور سلطان محمود کے نام سے شہرت پائی۔

ملتان تک کا سفر معروف شاہ راہ سے ہٹ کر جنگلوں اور صحراؤں سے ہوا اس وقت ملتان انگریزوں اور سکھوں کی جنگ کے نتیجے میں تباہ ہو چکا تھا جب کہ پیری مریدی کا نظام عروج پر تھا اور تجارت ومعاشیات پر ہندو چھائے ہوئے تھے اور پورا زمیندارہ ڈھانچہ ہندو کے کنٹرول میں تھا۔ خانقاہی نظام کے گدی نشین انگریز کے معاون اور مددگار بن کر عہدے حاصل کر رہے تھے اور انعامات وصول کر رہے تھے۔

ان حالات میں مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ ملتان پہنچے، ایک ویران محلّہ کی مسجد میں اذان کہی، کچھ لوگ اکٹھے ہوگئے اور وعظ سنا جس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توحید کا تذکرہ اور قبر پرستی کی تردید تھی، لوگ گالیاں دیتے ہوئے نماز پڑھے بغیر مسجد سے نکل گئے۔ مخالفت کے نتیجے میں یہ مسجد چھوڑ کر دہلی گیٹ اور دولت گیٹ کے درمیان ایک اور مسجد میں درس دینا شروع کیا، چند دن درس ہوا وہاں بھی مخالفت شروع ہوگئی۔ یہ مسجد آج تک درس والی مسجد کے نام سے معروف ہے۔

ایک شخص محمد حسن خیاط ان کے وعظ سے متاثر ہوا اور سب سے پہلے اللہ کے دین کے ابلاغ میں ان کا معاون بنا۔

محلّہ والوں کی مخالفت کے نتیجے میں یہ مسجد بھی چھوڑنی پڑی، اندرون حسین آ گاہی محلّہ قالین باغاں میں (جس میں قالین بنانے کا پیشہ عروج پر تھا اور زبردست تجارت تھی) ایک مسجد عرصہ دراز سے کسی صاحب ذوق کی منتظر تھی اس کے متولی نے مولانا کو بلایا اور مستقلاً رہائش کے لیے جگہ مہیا کر دی۔ شہر کے مختلف اطراف میں سلفی ذہن کے لوگ منتشر اور بکھرے ہوئے موجود تھے انہیں علم ہوا تو ایک جماعت کی شکل میں مجتمع ہوتے گئے اور باقاعدہ اس مسجد میں جمعہ شروع کر دیا گیا۔ خطبہ جمعہ میں قرآن پاک کی تفسیر آیات قرآن اور احادیث مبارک کی روشنی میں کی جاتی تھی۔

جناب عمر کمال ایڈووکیٹ ملتان شہر کے ایک معروف ومشہور مؤرخ ہیں جن کی اس موضوع پر کتب باذوق لوگوں سے داد وتحسین وصول کر چکی ہیں۔ فقہائے ملتان، ص:۵۲ میں لکھتے ہیں:

''آپ (مولانا سلطان محمود ملتانی) عقیدہ اہل حدیث کے علم بردار تھے اور اس مسلک کے اعلیٰ پائے کے فقیہ، مبلغ اور عمدہ قابلیتوں کے مالک تھے۔ ۱۸۷۵ء میں ڈیرہ اسماعیل سے

ملتان تشریف لائے اور یہاں مکتب فکر اہل حدیث کا اجراء کیا اس سے پہلے بھی اس مسلک پر کاربند چند گھرانے ہر دور میں ہوتے تھے۔ مولانا سلطان محمود صاحب نے ان سب کو ایک تنظیمی ڈھانچہ میں پیوست کرکے تبلیغ مسلک اہل حدیث کا آغاز کیا، انہوں نے خود محلّہ محلّہ اور چوک در چوک جاکر شرک اور بدعت کے خلاف وعظ کیے اور لوگوں کو وحدانیت کا راستہ دکھایا آپ بڑے اچھے واعظ اور مبلغ تھے اور تمام علوم اسلامیہ پر کامل دست گاہ رکھتے تھے، محلّہ قالین باغاں اندرون شہر ملتان میں ایک مسجد اہل حدیث اور ساتھ ہی مدرسہ اہل حدیث قائم کرکے مسلک اہل حدیث کے درس وتدریس کا آغاز کیا۔''

اس اقتباس میں مولانا کی ملتان آمد ۱۸۷۵ء بتلائی گئی ہے جب کہ خاندانی روایت یہ ہے کہ وہ ۱۸۵۰ء کے اردگرد ملتان میں تشریف لائے۔ جیسا کہ ان کے مولانا انیس الحق افغانی نے ہمیں بتایا اور درست بھی یہی ہے کہ مولانا عبدالحق ملتانی کی پیدائش ۱۸۷۰ء کی ہے اور وہ ملتان کی قریشی خاندان کی ایک بیٹی سے متولد ہوئے تھے۔ جس کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔

منشی عبدالرحمٰن ''تاریخ ملتان'' میں لکھتے ہیں:

ضلع ملتان کی اکثر آبادی سنی ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ کی مقلد ہے انگریزوں کے آنے سے پہلے سنیوں میں کوئی فرقہ بندی نہ تھی۔ حالاں کہ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی مسلک کے لوگ یہاں قدیم زمانہ سے آباد چلے آرہے تھے۔ انگریزوں نے لڑاؤ اور حکومت کرو کے اصول پر پہلے دیوبندی اور بریلوی تفریق پیدا کی اور اتنی پیدا کی کہ آپس میں سر پھٹول تک نوبت پہنچی۔ اہل حدیث پہلے آٹے میں نمک کے برابر تھے لیکن یہ اپنی تبلیغی جدوجہد کی وجہ سے تعداد میں اب پہلے سے بہت بڑھ گئے ہیں۔ اس لیے انہوں نے اپنی مساجد اور مدارس الگ بنالیے ہیں۔

یاد رہے اس علاقے میں شافعی اور حنبلی، اہل حدیث اور سلفی ذہن کے لوگوں کو کہا جاتا ہے۔ مولانا کی تبلیغی مساعی کا دائرہ بڑھتا رہا اور اہم خاندانوں کے افراد اس تحریک سے متاثر ہوگئے۔ ان میں ایک علی مردان اویسی گدی کے جانشین اور جید عالم وقاری مولانا قمرالدین بھی تھے۔ یہ اس وقت مسجد قرا المساجد بوہڑ گیٹ کے امام اور خطیب تھے۔ بعدازاں مولانا قمر الدین رحمہ اللہ کے فرزند مولانا عبدالتواب رحمہ اللہ مسلک اہل حدیث کے بہت بڑے عالم ہوئے۔ جنہوں نے سند حدیث استاذ العلماء میاں نذیر حسین دہلوی سے حاصل کی۔ اس خاندان کی خدمات حدیث کا تذکرہ راقم نے اپنی کتاب ''مولانا سلطان محمود محمد جلال پوری'' میں کیا ہے۔

اسی طرح ان کے مواعظ حسنہ سے قریشی خاندان کی ایک صاحب ثروت وحیثیت خاتون بھی متاثر ہوئی۔ جس کے نتیجے میں اس کے خاوند نے اس کو طلاق دے دی۔ اس عورت نے یہ صدمہ برداشت کیا البتہ برادری کے ذریعے یہ طے کرالیا کہ اپنی بیٹی کا رشتہ وہ جہاں چاہے گی اس کا خاوند اسے قبول کرے گا اور نکاح دے گا۔ چناں چہ اس کی پابندی ہوئی اور اس عورت نے اپنی بیٹی کا رشتہ مولانا سلطان محمود سے کرادیا۔

یاد رہے قریشی خاندان ملتان میں مؤثر اور مذہبی طور پر ایک بہت بڑا خاندان ہے۔ اس کی کئی شاخیں اسی شہر میں آباد تھیں جن کا نسب مشہور بزرگ شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمہ اللہ سے ملتا تھا۔ اس عورت کا تعلق اسی خاندان کی ایک شاخ سے تھا۔ اس نکاح کے نتیجے میں مولانا سلطان محمود کے تعلقات شہر کی اہم شخصیات سے ہوگئے اور تحریک کے پھیلاؤ کے مثبت اثرات مرتب ہوئے۔

اسی طرح مولانا انیس الحق افغانی نے بتایا کہ پاک گیٹ کے خواجے بھی مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ کی تبلیغی مساعی کے نتیجے میں مسلمان ہوئے تھے اور مولانا ثناء اللہ رحمہ اللہ امرت سری کے ایک مناظرہ کے نتیجے میں ان میں بہت سے افراد نے مسلک عمل بالحدیث قبول کیا۔ محلّہ قالین باغاں کے ہندوؤں کی ایک بڑی تعداد بھی مولانا سے متاثر ہوئی اور اسلام قبول کیا۔

مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ کے گھر دو بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئے۔ بڑا بیٹا عبدالعزیز تھا۔ قرآنِ پاک اپنے والد ماجد گرامی سے پڑھا اور علوم قرآن وحدیث پر دسترس بھی اپنے والد رحمہ اللہ کے ذریعے ہوئے اور سند حدیث کے لیے دہلی میں استاذ العلماء میاں سید نذیر حسین رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کئی سال استفادہ کرتے رہے۔ واپس ملتان آئے، کئی ایک کتابیں تالیف کیں اور عین عالم شباب میں وفات پاگئے۔ دہلی سے ایک مکتوب گرامی اپنے والد کو لکھا جس کا مطالعہ آج کے علماء وطلباء کے لیے بہت مفید رہے گا وہ لکھتے ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جناب ابویم صاحب مدظلہ بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ دعا گو وطبع پرسی سے گزارش یہ کہ آپ کا رقعہ فرحت افزا پہنچا۔ بسبب قلت فرصت تراخی بجواب ہوئے۔ معاف فرمائے گا۔ اشیاء مطلوبہ حسب اتفاق بعد رمضان برفاقت حجاج ضرور ارسال کیجیے گا۔ خصوصاً دونوں کتابوں کا بطریق اولیٰ خیال رکھیں، لنگی مع اشیاء مرسلہ مراد نگر سے پارسل پہنچ گئیں۔ باقی نور محمد تین روپے کا لکھا تھا سو اب تک وہ شخص میرے پاس نہیں لایا۔ دیکھا جائے۔ حسب ارشاد آپ کی کھانڈ اور دودھ وغیرہ کی تجویز کرلی تشفی رکھیں۔ تلخیص اور دار قطنی مع رسائل مجھے مل گئیں، فکر نہ کریں۔ تفسیر سنوی چھپ کر مل گئی ہے حسب موقع ارسال کی جائے گی۔ اور ہر وجہ سے خیریت ہے۔ ایک گزارش اعظم خدمت میں رکھتا ہوں اس کا عنایت فرما کر ضرور خیال رہے گا۔ اور دل پر ملامت بھی نہ لائے گا۔ وہ یہ کہ بسبب رقعہ سابقہ آپ کے فیما بیننا یعنی مولوی عبدالتواب اور میرے درمیان کچھ جہالت وتغیر ہو گیا تھا جس سے دونوں جانب کو تردد تھا۔ چناں چہ اس پر مولوی محمد صاحب اطلاع یاب ہوئے مولوی مذکور نے بعد اطلاع پالی حسبۃ اللہ وشفقۃً بیننا ثالث بالخیر ہو کر مصلح ہوئے، اللہ کو منظور تھا ویسا ہی برتاؤ ہو گیا۔ لہٰذا التماس ہے آپ بھی رفقۃً وشفقۃً کر کے آئینہ دل ملول کو مصقل کریں اور ملال کو مبدل بدلال فرمائیں۔ ...... رقم کو تحریر امور وحشت انگیز سے ...... محفوظ رکھیں عنایت ہوگی۔ والسلام۔ جملہ پردہ نشینان خورد وکلاں اور احبہ کرام کو سلام۔ مؤرخہ ۱ رمضان۔ الراقم الآثم الوحریز عبدالعزیز از دہلی

جواب طلب ضروری، جلدی۔

کارڈ پر یہ مہر ثبت ہے: (۱۲-MA-۹۴) یعنی ۱۸۹۴ء

مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ کے چھوٹے بیٹے عبدالحق تھے۔ انہوں نے بھی قرآن وسنت ومتداولہ علوم کی تعلیم اپنے والد گرامی قدر سے حاصل کی۔ اور تکمیل کے لیے یہ بھی استاذ العلماء سید نذیر حسین رحمہ اللہ کی خدمت میں دہلی تشریف فرما ہوئے۔

دوران اقامت دہلی بہت سے فتاویٰ جو میاں صاحب کی طرف جاری کیے جاتے تھے مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے لکھے ہوئے ہوتے تھے اور جن پر تائیدی دستخط میاں صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے۔ جو کہ فتاویٰ نذیریہ میں مطبوع ہیں۔

۱۹۰۸ء۔۱۹۰۹ء میں ملتان شہر میں طاعون پھوٹ پڑا۔ شہر کے باشندے شہر چھوڑ کر دیہاتوں میں نکل گئے۔ مگر مولانا سلطان محمود ملتان میں ہی رہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ایسے حالات میں یہی حکم ہے کہ ”جس علاقہ یا شہر میں طاعون آ جائے وہاں سے نہ نکلو اور جو باہر ہیں وہ اس علاقہ میں نہ آئیں۔“

مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ اسی مرض میں مبتلا ہوئے اور ۱۹۰۹ء میں وفات پائی اور برحمت حق تعالیٰ امید ہے شہادت کے مرتبہ علیا پر فائز ہوئے۔

مولانا انیس الحق نے بتایا محمد حسن خیاط کہا کرتے تھے اس دن میں ملتان سے باہر سینیل ماڑی کے علاقے میں تھا کہ ایک طرف سے آواز آئی تم کہاں جا رہے ہو، مولانا سلطان محمود انتقال کر گئے ہیں۔ یہ الفاظ متعدد بار سنے تو میں ملتان آیا معلوم ہوا خبر درست ہے اس وقت جنازہ تیار تھا اور جنازہ میں شرکت کے لیے ایک جم غفیر موجود ہے، باوجود شہر خالی ہونے کے اتنا بڑا مجمع دیکھ کر میں حیران ہوا۔

ان کے بیٹے مولانا عبدالحق نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور قریشیوں کے معروف قبرستان پاک مائی میں مدفون ہوئے۔

مولانا عبدالحق نے اپنے والد کے بعد جماعت کے افراد کو مجتمع کیا اور ”انجمن اہل حدیث ملتان“ کے نظم میں سب کو منظم کیا۔ ۱۹۱۰ء میں اس تنظیم کی تاسیس ہوئی اور اس کے زیر انتظام ملتان شہر میں دو دفعہ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے بڑے بڑے اجتماع ہوئے۔ اسی دور میں یہ اجتماع حسین آگاہی کے علاقہ میں خالی جگہ پر منعقد ہوتے تھے۔

مولانا سلطان محمود خان بیلہ والے اور مولانا خلیل الرحمٰن بھٹی شجاع آبادی ان کے معاصر تھے مولانا عبدالحق ہاشمی احمد پوری اور مولانا سلطان محمود محدث جلال پوری نے ان سے اجازۃ الروایۃ حاصل کی۔

جب کہ مولانا عبدالمتین جھنگوی ان کے عزیز ترین شاگرد تھے علم وتقویٰ میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔ احمد پور شرقیہ کی ٹاہلیاں والی مسجد اہل حدیث میں خطیب وامام متعین ہوئے۔ مرزا قادیانی کے خلاف ایک رسالہ لکھا اور اس وقت کے علماء وفقہاء ملتان سے مرزائیہ کے کفر پر متفقہ فتویٰ حاصل کیا جس پر جید حنفی علماء کے دستخطوں کے ساتھ ساتھ مولانا عبدالحق، مولانا عبدالتواب اور مولانا فیض اللہ ملتانی جو مولانا شیخ عبدالرشید صدیقی رحمہ اللہ

کے ماموں تھے، کے دستخط بھی اس پر ثبت ہیں۔ یہ فتویٰ مولانا جھنگوی کی کتاب کے ساتھ مطبوع اور راقم کے پاس موجود ہے۔

مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے شاگردوں میں مولانا حکیم ضیاء الدین اعوان رحمہ اللہ (حویلی بہادر شاہ) مولانا شرف الدین دہلوی رحمہ اللہ، مولانا عبدالعزیز رحمہ اللہ عالمگیری، ملک عبدالعزیز رحمہ اللہ ملتانی مشہور مناظر اور مولانا کے فرزند مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ، مولانا شرف الحق محمود رحمہ اللہ اسی طرح مولانا عبدالاحد ڈیرہ غازی خان والے، مولانا الٰہی بخش رحمہ اللہ شجاع آبادی، مولانا عبدالقدوس انصاری رحمہ اللہ (احمد پور شرقیہ) ایسے جید علماء کا شمار ہوتا ہے۔

مولانا کے خطبات جمعہ سننے کے لیے دور دو سے علماء اور عوام شامل ہوتے تھے۔ صادق آباد، لیاقت پور اور احمد پور شرقیہ کے احباب جماعت بالخصوص۔ مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ خطبات جمعہ کے لیے تفسیری نوٹس فارسی میں لکھتے تھے۔ ان کے بعد ان کے فرزند اور شاگرد مولانا عبدالحق ملتان اور ان کی وفات کے بعد یہ سلسلہ مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ نے جاری رکھا۔ اور ان ہی کے ہاتھوں قرآن پاک کی تفسیر مکمل ہوئی جو کہ مؤخر الذکر کے ورثاء کے پاس ہونی چاہیے۔

مولانا انیس الحق افغانی نے بتایا کہ انہوں نے اپنے والد مولانا شرف الحق محمود سے سنا کہ چوک بازار کی مسجد ولی محمد کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر میں نے دیکھا کہ والد مرحوم کے جنازہ میں شریک لوگوں سے حسین آگاہی کا پورا بازار بھرا ہوا ہے۔

مولانا عبدالحق رحمہ اللہ ۱۹۴۵ء میں فوت ہوئے، مولانا شمس الحق نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے والد کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ مولانا عبدالحق ہاشمی احمد پوری مع احباب جماعت جنازہ میں شریک ہوتے۔ رہے نام اللہ کا۔

اعلانِ داخلہ

جامع مسجد رحمانیہ اہل حدیث (باغبانپورہ) لاہور میں بچوں اور بچیوں کے لیے حفظ وناظرہ کا داخلہ جاری ہے۔ اہل علاقہ سے گزارش ہے کہ اپنے بچوں اور بچیوں کو داخل کروائیں۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو قرآنِ مجید پڑھنے اور پڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

قاری عبدالہادی، خطیب جامع مسجد رحمانیہ اہل حدیث باغبانپورہ

لاہور۔ فون: 0321-4136414

آج بھی!

فتنے اُسی طرح سے ہیں بیدار آج بھی
میں دیکھتا ہوں حشر کے آثار آج بھی
اقرار پر ہے سایۂ انکار آج بھی
تسبیح میں ہے رشتۂ زنّار آج بھی
سرمایہ خود پسند ہے افلاس خود فروش
باقی نہیں ہے عظمت کردار آج بھی
دل میں اُسی طرح سے ہیں تالے پڑے ہوئے
کھلتے نہیں ہیں ذہن پہ اسرار آج بھی
انسان ہی کی سعیٔ مسلسل کے باوجود
انساں ہے بند غم میں گرفتار آج بھی
اہل ہوس کی سازشیں برروئے کار ہیں
رسوا ہیں اہل دل سر بازار آج بھی
کچھ پاسِ احتیاط ہے کچھ خوف داروگیر
ہیں بند بند سے لب اظہار آج بھی
صحن زمیں ہے تنگ غریبوں کے واسطے
ملتا نہیں ہے سایۂ دیوار آج بھی
اللہ! یہ تمدن وتہذیب کا فروغ
انسانیت ہے خستہ وبیمار آج بھی
زردار کے حضور جبینیں جھکی ہوئیں
دنیا ہے ظالموں کی طرفدار آج بھی
مٹ جائے گا جہاں سے وہ ہو فرد یا کہ قوم
اسلام سے ہے جو کوئی بیزار آج بھی

[ماہرالقادری]